وصف نمبر ۱

تواضع

عبادُالرّحمٰن کے اوصاف

بہترین زندگی ...... تفویض کی زندگی
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے تواضع کا چرچہ فرشتوں میں
حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کے تواضع کی شان
حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے تواضع کی شان
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے تواضع کی شان
حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تواضع کی شان
رحمٰن کے اوصاف پیدا کرنے کا نسخۂ اکسیر
ولی اللہ بنانے والے پانچ اعمال
باہمت خواتین کے چند قصے
شرعی پردہ پر ہنسنے والوں کا انجام بد

وعظ

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دامت برکاتہم

خلیفۂ مُجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

تلمیذ رشید

حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ

ناشر

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

القلم

عبادالرحمٰن کے اوصاف (وصف نمبرا)

الحمدلله وحده وصلوة وسلام على من لا نبى بعده......

امابعدفاعوذبالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم وعباد الرحمن الذين يمشون على الارض هوناواذا خاطبهم الجٰهلون قالوا سلٰما. والذين يبيتون لربهم سجداوقياما والذين يقولون ربنااصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها كان غراما انها ساء ت مستقرا و مقاما (سورۃ الفرقان آیت۶۳،۶۴)

وعن ابى ذر رضی اللہ عنہ قال قال لى رسول الله ﷺ ا تق الله حيث ما كنت واتبع السيئة الحسنة تمحها وخالق الناس بخلق حسن (رواه احمد والترمزى والدارمى، مشكوة صفحه)

وعن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ الا اخبركم بمن يحرم على النار و بمن تحرم النار عليه على كل هين لين قريب سهل (رواه احمد والترمزى وقال هذا احديث حسن غريب، مشكوة ۴۳۲)

یہ جو آیات میں نے پڑھی ہیں ......سورۃ فرقان کی آیتیں ہیں ......ان کے بعد بھی کئی آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اورمحبوب بندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

یہ بات میں اکثر کہا کرتا ہوں ......جس کو جس سے محبت کا تعلق ہوتا ہے وہ اس محبت کے تعلق کی بنیاد پر اپنے دوست اپنے ساتھی کے اوصاف کو فخر یہ انداز میں......خوشی کے انداز میں ......بیان کرتا رہتا ہے، کسی کو اچھا ساتھی ملا......تو مجالس میں کہتا ہے کہ مجھے ایسا ساتھی ملا ہے......

ایسا مخلص دوست ملا ہے......ان کے اندر یہ صفت ہے...... یہ صفت ہے......مزے لے لے کر ان کے اوصاف کو بیان کرتا ہے......کسی کو اچھا اور نیک والدمل جائے،تو ہر مجلس میں کہتا ہے، قربان جاؤں ایسا ابو تو ہرایک کو ملے......کسی کو نیک اوراچھا بیٹامل جائے تو وہ احباب کی ہر مجلس میں اپنے بیٹے کی تعریف کرتا ہے،اوراس کی تعریف میں اسے خوشی محسوس ہوتی ہے......کسی کو نیک اوراچھا شاگردمل جائے......تو یہ مختلف مجالس میں اپنے اس شاگرد کا تذکرہ اوراس کے اوصاف کو بیان کرتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں بھی وہ بندے جواللہ تعالیٰ سے وفاداری کا تعلق رکھتے ہیں جان کی بازی لگا لیتے ہیں...... پر......کسی موقع پراللہ تعالیٰ سے بے وفائی نہیں کرتے،اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتے......اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک، پیارے اورمحبوب بندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں......تقریباً تیرہ اوصاف سورۃ فرقان کی ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں......ان اوصاف کوسن کر کے ارادہ کر لیجیئے کہ ہم سب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ان اوصاف کواپنائیں گے......اللہ تعالیٰ نے بطورِنمونہ بتادیا کہ عبادالرحمٰن (رحمٰن کے بندے) ایسے ہوا کرتے ہیں......اگرتم بھی رحمٰن کے بندے بننا چاہتے ہوتو ان اوصاف کواپنے اندر پیدا کرلو......وہ اوصاف کیا ہیں؟......آگے نمبروار سنیئے۔

وصف نمبرا: پہلا وصف جواللہ تعالیٰ نے رحمٰن کے بندوں کا بیان فرمایا ہے وہ ہے **''وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا''**

نحوی ترکیب: طلبہ یادرکھیئے!''**عباد الرحمن**'' مضاف،مضاف الیہ مل کرمبتداءاور ''**الذین الخ**'' موصول صلہ مل کرخبر۔''**عباد**'' جمع ہے''**عابد**'' کی یا''**عبد**'' کی اور''**عابد**'' اور''**عبد**'' کے معنی میں فرق ہے......''**عابد**'' کا معنی ہے **الذی یفعل ما یرضاہ الرب** ...... یعنی ''**عابد**'' وہ ہے......کہ وہ کام کرے......جواللہ تعالیٰ کو پسند ہے......

’’عبد ‘‘ کا معنی ہے الذی یرضی بما یفعله الرب یعنی’’عبد ‘‘ وہ ہے جواللہ تعالیٰ کے ہر فعل اور فیصلے پر راضی اور خوش ہو...... حضرۃ حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا

حضرۃ حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات:

ملفوظ نمبر۱: حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ ’’رضا بالقضاء‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے اور حکم پر راضی رہنا اخلاص سے بھی اونچا مقام ہے۔

ملفوظ نمبر۲: بہترین زندگی: حضرۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ زندگی دوطرح کی ہے...... ایک تجویز کی زندگی......اور ایک تفویض کی زندگی۔

تجویز کی زندگی کیا ہے؟...... میرا مکان ایسا ہو...... میری سواری ایسی ہو...... میرے کپڑے ایسے ہوں ...... میرا منصب ایسا ہو...... میری عزت ایسی ہو...... جہاں جاؤں میری بات پر لوگ لبیک کہیں ...... جب مجلس میں جاؤں تو لوگ میرے لیے کھڑے ہوجائیں ...... یہ تجویز ہے......فرمایا یہ شخص ہمیشہ پریشان ہوگا......کیوں؟......اس لئے کہ ہر تجویز پورا نہ ہونا ظاہر ہے۔

تفویض کیا ہے؟......انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے......دنیا دارالاسباب ہے، جائز مقاصد کے لیے جائز اسباب اختیار کرے ......لیکن ......اسباب کے اختیار کرنے کے بعد چونکہ کامیابی اور ناکامی صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے......اس لیے کامیاب ہو......تو بھی اللہ کا شکرادا کرے......ناکام ہو......تو بھی شکرادا کرے......ناخوش نہ ہو بلکہ کہے......میرے اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھنے پر راضی ہیں......میں بھی راضی ہوں ...... یہ تفویض ہے......

دوستو! یہ ایک بات ہمارے پلے پڑ جائے ......اور ہم آج سے یہ عہد کرلیں کہ تفویض کی زندگی گزاریں گے...... ہم اللہ کے حوالے ہیں ......اللہ تعالیٰ جس طرح رکھے ......ٹھیک ہے......ان شاء اللہ تعالیٰ......دنیا وآخرت دونوں جہانوں کی پریشانیوں کی چھٹی ہوجائے گی۔

''ھونا'' کے نصب کی دو وجہیں حضرات مفسرین رحمھم اللہ تعالیٰ نے لکھی ہیں۔(۱) یہ منصوب ہے بنا بر مفعول مطلق ......تقدیر عبارت یوں ہے ''یمشون علی الارض مشیاً ھوناً'' تو مشیاً موصوف محذوف ہے اور ھوناً اس کے لیے صفت ہے، موصوف صفت مل کر یمشون کے لیے مفعول مطلق ہے، اور مفعول مطلق منصوب ہوتا ہے۔ (۲) ھونا مصدر مبنی للفاعل اور یہ یمشون کی واو ضمیر سے حال ہے، اس صورت میں یہ مصدر ہے ھان یھون ھوناً کا ،ھون کہتے ہیں نرم اور آسان ہونا۔

لفظی ترجمہ: ''الذین یمشون علی الارض ھونا'' اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ زمین پر ہلکے پھلکے چلتے ہیں۔

مشی کا معنیٰ: یہاں مشی کا حقیقی معنی مراد ہے یا مجازی؟ اس میں بھی حضرات مفسرین رحمھم اللہ تعالیٰ کی دو رائے ہیں......ایک رائے یہ ہے کہ مشی کا حقیقی معنی مراد ہے یعنی پاؤں سے چلنا۔ البتہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حقیقی معنی تو اس کا یہی ہے کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ جب زمین پر پاؤں سے چلتے ہیں تو انتہائی ہلکے پھلکے ہو کر چلتے ہیں ان کی چال تکبرانہ چال نہیں ہوتی......لیکن اس حقیقی معنی کے ساتھ لازمی معنی بھی مراد ہے کہ ان کی چال اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جس طرح چال میں کوئی تکبر نہیں بلکہ تواضع اور عاجزی ہے دوسرے امور میں بھی یہ لوگ تواضع ، انکساری اور عاجزی سے رہتے ہیں، ان کی چال سے ہم استدلال کریں گے اس بات پر کہ یہ چلنے والا متواضع انسان ہے یہ عاجزی اختیار کرنے والا ہے یہ تکبر سے دور ہے۔

دوسری رائے: ابن عطیہ رحمھم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یمشون کا یہاں حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہے ای یعیشون فی الناس ھینین فی کل امرھم کہ لوگوں کے اندر ہلکے پھلکے عاجزی اور انکساری کے ساتھ تمام معاملات میں زندگی گزارنے والے ہیں۔

حاصلِ ترجمہ: حاصل دونوں کا ایک ہے کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جن میں عاجزی، انکساری اور تواضع کی شان ہو......جن میں تکبر نہ ہو......عجب نہ ہو...... بڑائی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پہلا وصف جو بیان فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو انتہائی عاجزی، انکساری اور تواضع سے رہتے ہیں ان میں تکبر، بڑائی اور عجب نہیں ہوتا، بڑائی بیماری ہے، عجب بیماری ہے، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا بیماری ہے......فرمایا...... ہمارے بندوں میں یہ بیماری نہیں ہوتی......ان کے اندر تکبر کی چال نہیں ہوتی......ان کے اندر بڑائی نہیں ہوتی ......وہ اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا نہیں سمجھتے، بلکہ ان میں تواضع کی شان ہوتی ہے۔

ان اوصاف کا انعام: اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف کے اختیار کرنے والے لوگوں کے بارے میں اعلان فرمایا ہے: **اولٰئک یجزون الغرفة بما صبروا ویلقون فیها تحیة وسلاما. خالدین فیها. حسنت مستقرا ومقاما.** (آیت ۸۵.۸۶)

ان اوصاف کو اختیار کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے جو تواضع، انکساری اور عاجزی کی زندگی کو اختیار کرے گا......اللہ تعالیٰ نے فرمایا......ان لوگوں کے لئے جنت کے بالاخانے ہیں اور فرشتے جب ان سے ملیں گے تو ان کو دعا دیتے ہونگے اور ان کو سلام کرتے ہونگے اور یہ لوگ ہمیشہ کے لیے ان میں رہیں گے اور یہ ٹھرنے اور رہنے کی کیا ہی بہترین جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف کے نتیجے میں جنت کو بیان فرمایا ہے کہ جو رحمٰن کے بندوں کے اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرلے ان کا نتیجہ کیا ہوگا؟ **اولٰئک یجزون الغرفة بما صبروا الخ** ......ان کو جنت کے بالاخانوں کی صورت میں بدلہ دیا جائے گا **ویلقون فیها تحیة وسلاما** جب فرشتے ان سے ملاقات کریں گے تو ان کو خوش آمدید اور سلام سلام کہتے رہیں گے

الحاصل: قرآن کریم نے یہ بتادیا کہ رحمٰن کے بندوں کے اوصاف کا نتیجہ جنت ہے......

آپ ﷺ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ جن کے اندر یہ اوصاف پیدا ہو جائیں یہ جنتی لوگ ہیں جہنم سے دور ہیں......جہنم ان پر حرام ہے۔اب آپ ﷺ کے ارشادات سنئے۔

حدیث نمبرا: حضرت **عبداللہ ابن مسعود** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''**الا اخبر کم بمن یحرم علی النار**'' فرمایا میں تم کو وہ شخص نہ بتاؤں جو جہنم پر حرام ہے''**وبمن تحرم النار علیہ**'' اور وہ شخص نہ بتاؤ جس پر جہنم کی آگ حرام کی گئی ہے۔ان کا جہنم میں جانا حرام اور جہنم کی آگ کے لیے ان کا جلانا حرام......آگے فرمایا''**الا کل هین لین قریب سهل**'' **هین** ...... ہلکا پھلکا ہو...... ہر وہ شخص جو ہلکا پھلکا رہے دنیا کے اندر ہر معاملہ میں ......اپنے آپ کو بھاری اور متکبر نہ بنائے......اور ہلکا پھلکا متواضع رہے...... یہ شخص جہنم پر حرام ہے اور جہنم کی آگ اس پر حرام ہے ......**لین** ......نرم ہو......اگر کوئی اس سے ملنا چاہے تو اس کو یہ پریشانی نہیں ہوتی کہ سختی اور شدت سے جواب ملے گا بلکہ اسکو یہ احساس ہوتا ہے کہ مجھے پیار سے......محبت سے......نرمی سے جواب ملے گا،

بہت سارے لوگ چاہتے ہیں کہ مثلاً فلاں صاحب سے میں بات کروں،لیکن موڈی آدمی ہے...... پتہ نہیں......ایسا نہ ہو کہ الٹی سیدھی باتیں سنائے......جو دل میں ابھی کچھ مقام ہے کہیں وہ بھی ختم نہ ہو جائے،

دوستو! متواضع آدمی بھیڑیا بن کر نہیں رہتا...... بہت سارے لوگ گھروں میں محلوں میں بھیڑیا بن کر رہتے ہیں......لوگ ان کے قریب جانے سے کتراتے ہیں......کہ بھیڑیا ہے کہیں کاٹ نہ دے......بچھو ہے کہیں ڈنگ نہ مار دے......سانپ ہے کہیں ڈس نہ لے......فرمایا جو جہنم پر حرام ہے وہ بچھو کی طرح نہیں......سانپ کی طرح نہیں...... کتے اور بھیڑیا کی طرح نہیں ......بلکہ نرم ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب مسجد میں آپ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی

آنکھیں چار ہوتیں تو آپ ﷺ تبسم فرماتے...... مسکراتے اور صحابہ ؓ بھی مسکراتے۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: **کان رسول الله ﷺ اذا دخل المسجد لم یرفع احد راسه غیر ابی بکر و عمر کانا یتبسمان الیه ویتبسم الیهما** (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ۵۶۰) جب آپ ﷺ مسجد میں تشریف لاتے تو ہیبت کی وجہ سے کوئی اپنا سر نہیں اٹھاتا سوائے ابوبکر اور عمر ؓ یہ دونوں آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر مسکراتے اور آپ ﷺ ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے...... گویا

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمھارے تم ہمارے ہو چکے

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ عرب میں آپ ﷺ کے بہت سارے اخلاق اس وقت بھی زندہ ہیں...... یہاں آپ گاڑی چلاتے ہو...... غلطی ہو جاتی ہے تھوڑی بہت ...... تو ادھر سے بھی گالی ...... اُدھر سے بھی گالی...... ہر ایک کا دماغ گرم...... ہر ڈرائیور کہتا ہے گاڑی چلانا آتا ہی نہیں...... سڑک پر آ گئے ...... جو گالیاں وہ دیتے ہیں آپ لوگ سب جانتے ہیں...... غلطی اپنی بھی ہو تو بھی دوسروں کو گالی...... حضرت نے فرمایا...... سعودی عرب میں کیا ہوتا ہے؟ کسی سے غلطی ہوگئی...... مسکرا کر کہا...... **سامحنی یا حبیبی**...... اے میرے دوست درگزر کیجئے ...... مسامحت کا معاملہ کیجئے ...... دوسرا بھی جواب میں مسکرا کر...... **سامحنی یا حبیبی**...... کہہ کر گزر جاتے ہیں...... اِدھر سے بھی محبت ...... اُدھر سے بھی محبت، آپ ﷺ کی شان لین یعنی نرم تھی...... کسی کے لیے بھی ملنا دشوار نہ تھا۔

حدیث نمبر۲: **عن جبیر بن مطعم** ؓ. **بینما هو یسیر مع رسول الله ﷺ مَقفَله من حنین فعلقت الاعراب یسألونه حتی اضطروه الی سمرة فخطفت رداءه**

فوقف النبی ﷺ فقال اعطونی ردائی لو کان لی عدد هذه العضاه نَعَمُ لقسمته بینکم ثم لا تجدونی بخیلاً ولا کذوباً ولا جباناً (رواہ البخاری،مشکوۃ صفحہ ۵۱۹)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اس وقت کا واقعہ بیان کرتے ہیں، جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ حنین سے واپس آرہے تھے کہ ''راستے میں ایک مقام پر'' کچھ (غریب) دیہاتی آپ ﷺ کو لپٹ گئے اور غنیمت کا مال مانگنے لگے اور اس حد تک پیچھے پڑ گئے کہ آپ ﷺ کو ''کھینچتے ہوئے'' ایک کیکر کے درخت تک لے گئے، وہاں آپ ﷺ کی چادر کیکر کے کانٹوں میں الجھ کر رہ گئی۔آپ ﷺ (بڑی بے چارگی کے ساتھ) رک گئے اور فرمایا: لاؤ ! میری چادر تو دے دو......اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کے برابر بھی چوپائے یعنی بکریاں اور اونٹ وغیرہ ہوتے تو میں ان سب کو تمھارے درمیان تقسیم کر دیتا،اور تم جان لیتے کہ نہ میں بخیل ہوں ......نہ جھوٹا وعدہ کرنے والا......اور نہ جھوٹے دل والا ہوں......(بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ مال موجود تھا اور عطا فرمایا جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات میں ہے)

عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلا سال النبی ﷺ غنماًبین جبلین فاعطاه اياه فاتی قومه فقال ای قوم اسلموا فوالله ان محمد ا لیعطی عطاء مایخاف الفقر (رواہ مسلم مشکوۃ صفحہ ۵۱۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں......ایک شخص نے آپ ﷺ سے اتنی بکریاں مانگیں جو پہاڑوں کے درمیانی نالے کو بھر دے، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے اتنی ہی بکریاں دے دیں، اس کے بعد وہ شخص اپنی قوم میں آیا اور کہا......اے میری قوم کے لوگو......اسلام قبول کرلو......اللہ تعالیٰ کی قسم محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ افلاس اور محتاجی سے بھی نہیں ڈرتے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال کنت امشے مع رسول الله ﷺ وعلیه برد نجرانی

غـليظ الحاشية فادر كه اعرابى فجبذه بردائه جبذة شديدة ورجع نبى الله ﷺ فـى نـحـر الا عرابى حتى نظرت الى صفحة عاتق رسول الله ﷺ قد اثرت بها حـاشية البـرد من شدة جبذته ثم قال يا محمد مرلى من مال الله الذى عندک فـالتفت اليه رسول الله ﷺ ثـم ضحک ثم امرله بعطاء (متفق عليه مشكوة صفحه ۵۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا) اس وقت آپ ﷺ کے جسم پر یمن کے شہر ''نجران'' کی بنی ہوئی (دھاری دھار) چادر تھی جس کے کنارے دبیز اور موٹے تھے، (اچانک راستے میں) ایک دیہاتی آپ ﷺ سے مل گیا اور اس نے (اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے) آپ ﷺ کی چادر کو پکڑ کر اتنی زور سے کھینچا کہ نبی ﷺ کھنچ کر اُس کے سینے کے قریب آ لگے...... میں نے نظر اٹھا کر دیکھا...... اس دیہاتی کا اس قدر سختی سے چادر کھینچنے سے...... آپ ﷺ کی گردن مبارک پر چادر کے کنارے کی رگڑ کا نشان پڑ گیا...... پھر اس دیہاتی نے کہا...... اے محمد ﷺ...... تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کا جو مال ہے...... اس میں سے مجھے کچھ دلاؤ...... آپ ﷺ نے پہلے تو ''حیرت کے ساتھ'' اس کی طرف دیکھا...... پھر (ازراہِ تلطف) مسکرائے اور اس کو کچھ دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

فرمایا جہنم پر وہ شخص حرام ہے جو لیـــن ...... نرم مزاج ہو...... بھیڑیا نہ ہو...... آج ہر آدمی بھیڑیا بننے کے چکر میں ہے...... میرے اندر خوب شدت ہو...... دوسروں پر میرا رعب ہو ...... انا لله و انا اليه راجعون.

آگے فرمایا آپ ﷺ نے ...... ''قـریب'' وہ شخص جو ''هین'' ہو...... ''لین'' ہو...... ''قـریـب'' صاحب حاجت کے لیے وہ قریب بھی ہو...... جب بھی کوئی ملنا چاہے اس سے مل

سکے، یہ نہ ہو کہ پریشان ہو......اس سے تو ملاقات پتہ نہیں کیسے ہوگی؟ کس طرح ملاقات کروں؟

ایک دن ایک طالب علم نے مجھ (مفتی صاحب دامت برکاتہم) سے کہا کہ طلبہ کو فلاں چیز کی ضرورت ہے......طلبہ نے مجھ سے کہا......آپ مفتی صاحب کے قریب ہیں......لہٰذا آپ یہ ضرورت بتائیے......میں (مفتی صاحب دامت برکاتہم) نے کہا واہ! عجیب بات ہے...... ہر طالب علم میرے قریب ہے......جس وقت جس طالب علم کو بلا کر بات کرنا چاہوں تو میں کر سکتا ہوں...... ہر طالب علم میرے قریب ہے......قُرب وبُعد......ضدین ہیں...... جہاں قُرب ہے وہاں بُعد نہیں ...... جب ایک جانب سے قُرب ہے......تو دوسری جانب سے بُعد کیوں ہو؟ قُرب ہونا چاہیے......اگر یہ مجھ سے ایک فٹ کے فاصلے پر ہے تو میں ان سے دس فٹ کے فاصلے پر ہونگا کتنا ہونگا؟ جب ہر طالب علم میرے قریب ہے تو میں بھی یقیناً ان سے قریب ہونگا...... جس کا کوئی مسئلہ ہو......جو پریشانی ہو......وہ خود بتائیں......اس میں قُرب اور بُعد کہاں سے آ گیا؟...... جب ہر طالب علم میرے قریب ہے......تو میں کہاں سے دور ہو گیا؟......لوگ کہتے ہیں...... گدھے کی دم ہے اوپر سے ناپو نیچے سے ناپو برابر ہے ......تو بھائی ......جانبین کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے وہاں سے ناپو...... یہاں سے ناپو تو فاصلہ ایک ہے......اس لیے مسلمان کو اس طرح رہنا چاہیے کہ ہر ایک کے قریب ہو......جس کو جو حاجت ہو سامنے پیش کر سکے۔

عن انس رضی اللہ عنہ ،ان امرأة كانت فى عقلها شىء فقالت يا رسول الله ان لى اليك حاجة فقال يا ام فلان انظرى اى السكك شئت حتى اقضى لك حاجتك فخلا معها فى بعض الطرق حتى فرغت من حاجتها (رواه مسلم و مشكوة صفحه ۵۱۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے میں ایک عورت تھی اس کے دماغ میں کچھ خلل تھا......اس نے ایک دن کہا...... یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے میرا ایک کام ہے (جو

لوگوں سے پوشیدہ طور پر کہنے کا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا فلانے کی ماں! تم جس کوچے کو (لوگوں کی نظروں سے محفوظ سمجھو) دیکھ لو (میں تمھارے ساتھ وہاں چلنے کو تیار ہوں) تمھارا جو کام ہوگا وہ میں ضرور کروں گا (یعنی تم جس تنہا مقام پر مجھ سے بات کرنا چاہو چلو میں وہاں چل کر تمھاری بات سن لوں گا) چنانچہ آپ ﷺ اس کے ساتھ ایک کوچے میں تشریف لے گئے وہاں تنہائی میں اس عورت کو جو کچھ کہنا سننا تھا اس نے سنایا۔

عن انس رضی اللہ عنہ .قال کانت امة من اماء اهل المدينة تا خذ بيد رسول الله ﷺ فتنطلق به حيث شاء ت (رواه البخاری،مشکوة صفحه ۵۱۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ والوں کی لونڈیوں میں اس ایک لونڈی کا یہ معاملہ تھا کہ (جب اسکو کوئی پریشانی لاحق ہوتی) رسول کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑتی اور جہاں جی چاہتا آپ ﷺ کو لے جاتی۔

الحاصل: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک عورت کی بات نہیں بلکہ کوئی لونڈی اور باندی **من اماء اهل المدينة** اہلِ مدینہ میں سے......وہ آتی اور آپ ﷺ کو ہاتھ سے پکڑ کر جہاں چاہتی (اپنی بات سنانے کے لیے) لے جاتی۔

گویا آپ ﷺ کی طرف سے یہ اعلان تھا کہ مدینے کی کوئی کالی کلوٹی......کوئی باندی ......لونڈی ہو......اور اسکو محمد ﷺ سے کوئی کام ہو......جس گلی میں چاہے......محمد ﷺ کو روک لے اور اپنی حاجت کی بات سنا دے۔

کس کے ہم امتی ہیں؟ ہم امتی کس کے ہیں؟ آپ ﷺ اتنے کریم تھے......پھر فرمایا ''سھلٍ''، جنتی آدمی جو جہنم پر حرام ہے وہ ''سھلٍ'' کی صفت سے متصف ہوتا ہے......یعنی اس سے اپنی حاجت پورا کرنا آسان ہوتا ہے......مشکل نہیں ہوتا......اپنی حاجت براری آسانی سے

آدمی کراسکتا ہے......اسکے لیے کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

قرآن کریم نے بھی کہا کہ جو متواضع ،انکساری اور عاجزی سے رہنے والے ہیں......اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ ان کو جنت کے بالا خانے دیئے جائیں گے اور جنت میں فرشتوں سے جب ملاقات ہوگی تو فرشتے دعائیں دیں گے اوران کوسلام سلام کہیں گے۔

آپ ﷺ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جو متواضع ہے......انکساری اور عاجزی سے رہنے والا انسان ہے...... یہ جہنم پر حرام ہے......جہنم اس پر حرام ہے......۔

ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے......

عن مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ قال قال رسول اللہ ﷺ المؤمنون هَيِّنُونَ لَيِّنُونَ (ایمان والا جو اللہ تعالیٰ کا عاشق اور پیارا ہو......ان کے اوصاف کیا ہیں؟) فرمایا......'' هَيِّنُونَ لَيِّنُونَ '' ہلکے پھلکے،نرم اور آسان ہوتے ہیں......آگے فرمایا...... **کا لجمل الانف** جیسے وہ اونٹ جس کی ناک میں نکیل ڈالی گئی ہو......**ان قید انقاد** اگر مالک اس کو مہار پکڑ کر چلائے تو اس کے پیچھے تابع ہو کر کے چلتا ہے......(چھوٹا بچہ بھی اگر اونٹ کو اس کی مہار کو پکڑ کر چلانا چاہے تو آرام سے پیچھے پیچھے چلتا ہے) آگے فرمایا......**ان انیخ علی صخرة استناخ** (رواۃ الترمزی،مشکوۃ صفحہ ۴۳۲) ۔ اگر کسی چٹان پر اس کو بٹھایا جائے **استناخ** تو بیٹھ جاتا ہے......

دیکھئے!......اونٹ یہ نہیں کہتا کہ یہ جگہ کھردری ہے......میرے پاؤں کو تکلیف ہوگی ......مالک نے کہا بیٹھ جاؤ......تو بیٹھ جاتا ہے۔فرمایا مؤمن اس طرح ہلکا پھلکا،نرم دل ہوتا ہے ......ان کی سختی آپس میں ایک دوسرے کے لیے نہیں ہوتی۔

آج اللہ تعالیٰ معاف فرمادے......بتایئے! اپنے گھروں کے حالات......گھر گھر لڑائی......گھر گھر جھگڑے......بیوی شوہر سے تنگ......شوہر بیوی سے تنگ......بھائی بھائی سے

تنگ......والدین اولاد سے تنگ......اولاد والدین سے تنگ...... بداخلاقی کی انتہا دیکھئے۔

دوستو ! اگر رحمٰن کے بندوں کے اوصاف میں سے یہ ایک ہی وصف پیدا ہو جائے تو پورا معاشرہ جنت نما بن جائے گا۔

اگر ہم اپنے آپکو مٹا دیں اور کہیں ...... میں کچھ نہیں ہوں تو اللہ تعالیٰ بلندی عطا فرمائیں گے حدیث میں ہے **من تواضع لله رفعه الله** جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لیے مٹاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرماتے ہیں اچھے اخلاق پر اللہ تعالیٰ کیا کچھ عطا فرمائیں گے؟

حدیث نمبر۳: حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **قال رسول الله ﷺ الا اخبركم باهل الجنة ضعيف متضعف لو اقسم على الله لا بره الا اخبركم باهل النار كل عتل جواظ مستكبر** (رواہ البخاری و مسلم،مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۳) کیا میں جنتی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جنتی لوگ کون ہیں؟ فرمایا **كل ضعيف متضعف** ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو عاجز،ضعیف، کمزور اور بے بس سمجھے،(لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مقام یہ ہوتا ہے) کہ اگر کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرما دیتے ہیں۔

آج تو ہر آدمی اپنے آپ کو فرعون سمجھتا ہے...... بلکہ فرعون سے بھی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے......تھوڑی سی کوئی بات کرے......تو آستین چڑھانے پر آجاتا ہے......دینی ماحول میں رہتے ہوئے ہمارا کیا حال ہے؟ اپنے آپکو دیندار سمجھنے والو!......دینداری ہمارے اندر رہی کہاں؟......دیندار آدمی گالی گلوچ......ایک دوسرے کو دھمکیاں دینا وغیرہ وغیرہ خرافات سے اپنی زبان کو پاک رکھتا ہے۔قرآن کریم نے کہا ہے **رحماء بينهم** مسلمان تو ایک دوسرے کے لیے انتہائی رحم دل ہوتے ہیں **اشداء على الكفار** ان کی سختی کفر کے لیے ہوتی ہے......آپس میں ایک دوسرے کے لیے سخت نہیں ہوتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا جنتی آدمی وہ ہے جو ضعیف ہو......اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے۔

آج ہم لوگ پریشان کیوں ہیں؟ کہتے ہیں مجھ سے مشورہ نہیں لیا جاتا...... پوچھتے بھی نہیں ......اتنا بڑا آدمی ہوں...... میں اس محلّہ میں رہ رہا ہوں...... پھر بھی مجھے پوچھتے ہی نہیں ...... کتنے کام ہورہے ہیں......مجھ سے مشورہ نہیں لیا جارہا ہے......اللہ اکبر! شیطان نے کہاں کہاں گھیرلیا؟ کوئی کام اس کی رائے کے خلاف ہوجائے......بس ایک طوفان برپا کردیتے ہیں ...... ہرآدمی سمجھتا ہے کہ میری طرح شان والا کوئی نہیں ہے۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق جنتی آدمی وہ ہے جو اپنے آپکو کچھ نہیں سمجھتا...... بلکہ یہ اقرار کرتا ہے...... میں ضعیف ہوں...... کمزور ہوں...... کچھ بھی نہیں ہوں...... اور رہن سہن بھی ایسا رکھتا ہے کہ لوگ بھی ان کو ضعیف، کمزور، بے بس سمجھتے ہیں......اپنی نظر میں بھی قیمت نہیں......اور لوگوں کی نظر میں بھی قیمت نہیں...... قیمت کس کی نظر میں ہے؟ فرمایا **لو اقسم علی اللہ لا برہ.** لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ اتنا قیمتی انسان ہے کہ اگر کسی بات پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کو بری فرمادیتے ہیں......قسم کھائی کہ آج بارش ہوگی تو اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتے ہیں......اب متواضع اور رحمٰن کے سچے بندوں کے کچھ واقعات سنئے۔

واقعہ نمبرا: حضرۃ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے تواضع کا چرچا فرشتوں میں: آپ ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام موجود تھے اتنے میں وہاں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں......گزرے......حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا......**ھذا ابو ذر**......یہ جو صحابی گزرے ہیں ان کا نام ابوذر ہے......آپ ﷺ نے فرمایا......اے جبرائیل ......ابوذر تو مدینے کی زمین پر رہ رہا ہے......کیا آسمانوں والے ابوذر کو جانتے ہیں؟......جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا......**ھو اشھر عندنا من شھرتہ عند کم فی المدینہ**...... مدینے والے ان کو کیا جانتے ہیں ان کی جو شہرت آسمانوں پر ہے وہ مدینے میں کہاں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ...... **بما نال ھذہ الفضیلہ؟**......اے جبرائیل......اتنی بڑی فضیلت......کہ فرشتوں میں ان

کا چرچہ ہے......سبب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضیلت کس وجہ سے عطا فرمائی؟ انھوں نے کہا......دووجھوں سے (۱) **لکثرۃ تلاوۃ سورۃ الا خلاص** کثرت سے سورۃ الاخلاص پڑھتا ہے......(۲) **لصغرہ فی نفسہ** اپنی نظر میں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے......تواضع ،عاجزی، انکساری اور اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنے سے آسمان پر ان کا چرچہ اور شہرت ہے۔

دوستو! کاش ہم بھی اپنے کو چھوٹا، ہلکا پھلکا سمجھیں یہ رحمٰن کے بندوں کی صفت ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک عجیب مزاج کے صحابی تھے ایسا وقت بھی آیا کہ خلیفۃ المسلمین حضرۃ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم دیا......آپ شہر مدینہ میں نہ رہا کریں......مدینہ کے شہر سے باہر رہا کریں......چنانچہ انھوں نے ''ربزہ'' نامی جگہ، جو مدینے سے باہر ہے میں رہائش اختیار کرلی......جب ان کی موت کا وقت قریب آیا......آپ کی اہلیہ بہت پریشان تھیں ......یہاں آپکا جنازہ کون پڑھے گا......آپ نے فرمایا......سنو! ایک مرتبہ ہم چند صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ......تم میں سے ایک کی وفات جنگل میں ہوگی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت آئے گی اور ان کا جنازہ پڑھے گی......سنو! میرے جو دوسرے ساتھی تھے......ان سب کا مجھ سے پہلے انتقال ہو چکا ہے اور سب کا انتقال کسی نہ کسی شہر میں ہوا ہے......ایسا لگ رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد میرے بارے میں تھا......اس لیے پریشان نہ ہونا......یقیناً......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت آئے گی اور میرا جنازہ پڑھے گی ......گھر میں جو بکری ہے......اس کو ذبح کر کے کھانا تیار کر لینا......جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے غسل دے کر......کفن پہنا کر......مدینہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان جو راستہ ہے اس پر میرا جنازہ رکھ دینا......جب صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت آجائے......ان سے کہنا کہ تمھارے ساتھی ابوذر نے تمھیں سلام کہا ہے اور تمھاری دعوت بھی کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا......سچ فرمایا ہے......اور میرا جنازہ ضرور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

ایک جماعت پڑھے گی ...... جب انتقال ہو گیا ...... بیوی نے غسل دے کر...... کفن پہنا کر...... جنازہ اس راستے پر رکھا...... قریب میں بیٹھ گئیں ...... چونکہ حج وعمرہ کا زمانہ نہ تھا اس لیے حیران تھیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کیسے آئے گی؟ تھوڑی دیر میں کیا دیکھ رہی ہیں...... غبار اڑ رہا ہے ...... جیسے کوئی قافلہ آرہا ہو...... جب غبار ہٹ گیا ...... تو کیا دیکھا؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت آرہے ہیں ...... جب انھوں نے دیکھا کہ جنگل میں ایک جنازہ پڑا ہوا ہے...... ایک عورت ساتھ بیٹھی ہوئی ہے...... فرمایا...... **ماھذا**...... **ماھذا**...... یہ کیا ماجرا ہے؟ اس عورت نے کہا...... **ھذا جنازۃ اخیکم ابی ذر**...... یہ تمھارے بھائی ابوذر کا جنازہ ہے...... یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کی لاش سے لپٹ گئے ...... فرمایا...... **صدق رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم ...... سچ فرمایا تھا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے...... تیری زندگی تنہائی میں گزرے گی...... تنہائی میں تیری موت آئے گی......

دیکھیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کیسا یقین تھا......؟ لاش سے لپٹ گئے اور خوب روئے۔

واقعہ نمبر۲: ایک اللہ والے کا قصہ: حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک قصہ سنایا کرتے تھے...... ایک اللہ والے سفر پر جا رہے تھے...... اس زمانے میں ہوٹلوں کا رواج نہ تھا...... ایک بستی میں پہنچے ...... بستی والوں نے ان کو ٹھہرایا...... بستر دیا...... کھانے پینے کا نظم کیا...... وہ اللہ والے رات کو تہجد کے لیے اٹھے...... تہجد کی نماز پڑھی ...... یہ سوچ کر کہ فجر میں گھر والوں کو ناشتہ وغیرہ (جو کچھ ہوتا تھا اس زمانے میں) کی کیا تکلیف دوں ...... مجھے آگے جانا بھی ہے...... شاید موسم بھی گرمی کا تھا...... بہرحال گھر والوں کو جگانا مناسب نہ سمجھا ...... بستر کو لپیٹ دیا...... اور خود آگے سفر پر نکل گئے ...... اس زمانے میں بستر اور چارپائی کے چور ہوا کرتے تھے ...... پیچھے سے چور آیا...... بستر اٹھا کر لے گیا...... صبح گھر والے آئے ...... نہ مہمان ...... نہ بستر اور نہ ہی چارپائی ...... بڑے حیران ہوئے ...... ہم نے نیک اور اللہ والا سمجھ کر مہمان ٹھرایا...... اور یہ

بستر چور نکلا...... اس زمانے کے لوگ پاؤں کے نشانات کے بڑے ماہر تھے ...... پاؤں کے نشانات دیکھ کر پیچھے نکلے ...... اللہ والے اطمنان سے چل رہے تھے...... دور سے دیکھا...... آواز دی...... انھوں نے پیچھے دیکھا...... مجھے بلایا جارہا ہے تو ٹھہر گئے...... یہ لوگ جیسے پیچھے پہنچے ...... لگایا ایک طمانچہ...... اور کہا چل تھانے میں...... کیوں؟...... کہنے لگے آپ نے چوری کی ہے...... جب تھانے میں پہنچے تو تھانے دار اس اللہ والے کو جانتا تھا...... فوراً کھڑا ہو گیا...... اپنی جگہ بٹھایا...... حضرت یہاں تشریف رکھیئے ...... آپ نے کیسے زحمت فرمائی ......؟ کیسے ہمارے ہاں تشریف لائے ......؟ اب جو لانے والے تھے وہ بیچارے پریشان...... ''کپکپی طاری'' ...... یہ تو جان پہچان والے نکل آئے ...... تھانے دار نے کہا کیا مقدمہ ہے......؟ فرمایا...... یہ مجھے لے کر آئے ...... ان سے پوچھ لیجئے ...... پھر آخر میں فرمایا...... تھانیدار سے...... کہ آپ نے میرے ساتھ جو معاملہ کیا...... احترام کا...... عزت کا...... یہ میرے رب کا کرم ہے...... میں اس کا مستحق نہیں ہوں...... اور انھوں نے مجھ سے جو معاملہ کیا...... تھپڑ لگایا...... یہ میری حقیقت ہے...... ایک تھپڑ مارا...... دس مارتے تو بھی ٹھیک تھا۔

خوب سنئے ! اللہ والے یعنی جن کے دل میں اللہ ہو وہ کسی سے کہاں ڈرتے ہیں؟ لیکن بدلہ اللہ کے لیے نہیں لیتے ...... تھپڑ کا بدلہ تھپڑ سے نہیں لیا...... کیوں؟ اللہ تعالیٰ کیلئے ...... آج تو ہم کہتے ہیں...... بدلہ لینا ہے...... خوب سنئے ...... یہ آپ ﷺ کے اخلاق نہیں ہیں۔

دوستو!...... یہ رحمٰن کے بندوں کے اوصاف نہیں ہیں...... یہ ظلم کرنے والے تو شیطان کے بندے ہیں...... رحمٰن کے بندے ایسے ہوا کرتے ہیں دیکھئے...... اُس اللہ والے نے فرمایا ...... تھانیدار سے...... آپ نے میرے ساتھ جو معاملہ کیا...... یہ میرے رب کا کرم ہے...... میں اس کا مستحق نہیں ہوں...... اور انھوں نے مجھ سے جو معاملہ کیا یہ میری حقیقت ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے...... اللہ تعالیٰ کی معرفت آجاتی ہے...... پھر اپنی

حقیقت معلوم ہو جاتی ہے......میری حقیقت کیا ہے؟اور میرے لیے کیا سزا ہونی چاہیے؟

واقعہ نمبر۳: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ کا تواضع ......اضرب رأساً:

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لے جارہے ہیں ...... پیاس لگی ......ایک باغ میں چلے گئے ......سلطنت کا باغ ہے......لیکن اب یہ درویشی کی حالت میں ہیں ......ایک انار کو ہاتھ لگایا......باغبان نے ہاتھ میں لاٹھی لے کر سر پر ایک ضرب لگائی......بغیر اجازت کے تو نے انار کو ہاتھ کیوں لگایا؟......فرمایا...... **اضرب رأساً قد عصی اللہ کثیرا** ......اس سر کو اور مارو......اس نے رب کی بڑی نافرمانی کی ہے......

واقعہ نمبر۴: حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دین پور شریف: مولانا عبد السلام صاحب کے والد ماجد حضرۃ مولانا قاسم صاحب زید مجدھم نے ایک مرتبہ بتایا دین پور شریف میں حضرۃ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایک مجلس منعقد کیا گیا جس کا عنوان ''سیرت النبی ﷺ'' تھا دور دراز سے کافی لوگ آتے تھے بہت بڑا اور بارونق اجتماع تھا، ہر ایک حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عاشق اور ان کی گفتگو سننے کے لیے بے تاب نظر آرہا تھا......لیکن ہوا یہ......کہ اسٹیج سیکریٹری نے حضرت کو دعوتِ خطاب دینے کے لیے جو الفاظ استعمال کیئے، ان میں سے ایک لفظ ''جانشین شیخ الہند'' بھی تھا جو حضرت کے مزاج کے بالکل خلاف تھا......دعوت کا جواب دینے کے لئے حضرۃ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ مائیک پر تشریف لے گئے ......اور مجمع سے صرف اتنی بات ارشاد فرمائی کہ یہ جلسہ سیرت کے نام سے موسوم ہے پر اس میں خلافِ واقع باتیں ہو رہی ہیں، مجھے اس میں ''جانشین شیخ الہند'' کہا گیا ہے حلانکہ میں ان کا جانشین نہیں ہوں، انکے مقام ومرتبہ اور میرے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہے، لہذا میں اس جلسہ میں بیان نہیں کروں گا یہ فرما کر پیچھے بیٹھ گئے، احباب نے کافی منت کی، غلطی تسلیم کی، معذرت کی یہ بھی کہا گیا کہ یہ پورا

مجمع آپ ہی کے لیے اکھٹا ہوا ہے لیکن حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب وہی تھا......لوگ کیا کہیں گے؟ سبکی ہوگی کسی چیز کی حضرت نے پروانہیں کی ......واقعی جو اپنے کومٹا دیتے ہیں ان کی نظر پھر صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتی ہے، گویا حضرۃ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ بزبانِ حال فرما رہے تھے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروانہ چاہیے　　مدِنظر تو مرضی جانان چاہیے
پس اس نظر سے دیکھ کرتو کر یہ فیصلہ　　کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

واقعہ نمبر ۵: حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مجمع مریدین: ہمارے حضرت، حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... ایک مرتبہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ مریدین کے مجمع میں تشریف فرما تھے......حضرت کی حدیثِ رسول ﷺ کی بنا پر یہ عادت تھی ...... ہر ایک کو آنکھیں خوب کھول کر...... بھری آنکھوں سے دیکھتے......مجمع میں ایک ڈاڑھی منڈا بیٹھا ہوا تھا...... جب حضرت نے اس اس کو بھری آنکھوں سے دیکھا تو وہ یہ خیال کر کے کہ میں ڈاڑھی منڈا ہوں اس لئے ایسی نظر سے دیکھا...... کھڑا ہوا اور کہا......مولوی اگر میں ڈاڑھی منڈا گنہگار ہوں، تو ڈاڑھی والے بھی تو گنہگار ہوتے ہیں......حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بات سن کر اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے ......اس کے پاس آ کر اس کو گلے سے لگایا اور فرمایا تو نے سچ کہا ......تو بے ڈاڑھی گنہگار......میں ڈاڑھی والا گنہگار۔

اللہ والوں کی شان ہی کچھ اس طرح مٹی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو سب سے کم تر سمجھتے ہیں......حضرت نے اس پر غصہ نہیں کیا بلکہ اس کی تصدیق فرمائی۔

آپ چاہیں ہمیں یہ کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو لائق نہیں

واقعہ نمبر ۶: حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور درسِ بخاری شریف: درس کے بعد حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ طلبہ کے سوالیہ پرچے پڑھتے اور جواب عنایت فرماتے......ایک مرتبہ ایک پرچہ اٹھایا......(اس پر لکھا تھا) فلاں طالب علم حضرۃ کو گالیاں دیتا رہتا ہے...... پڑھتے ہی حضرۃ نے فرمایا......میں نے اس کو معاف کر دیا ہے، لہٰذا کسی کو اس کے ساتھ بغض رکھنا، اس سے نفرت کرنا جائز نہیں۔ سچ ہے کہ اللہ والے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے......

حضرت بایزید بوسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

''ان المنتقم لایکون ولیاء''

واقعہ نمبر ۷: حضرت بایزید بوسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تفصیلی قصہ: ایک مرتبہ مریدین کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے کسی نے اوپر منزل سے راکھ پھینکی......جس پر آپ نے زور سے الحمدللہ کہا......مریدین کو تعجب ہوا......حضرت الحمدللہ کیسے؟ آپ ہمیں اجازت دیجئے جس نے یہ حرکت کی ہے اس کو اتنا ماریں کہ چھپکلی کی طرح دیوار سے چپکا دیں......حضرت نے فرمایا ......تم مجھے چھوڑ دو......تم میرے ساتھ چلنے کے لائق نہیں ہو......کیوں؟ اس لیے کہ **ان المنتقم لا یکون ولیا**...... جو اپنی ذات کے لیے دوسروں سے بدلہ لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہو سکتا......پھر فرمایا......کہ اس موقع پر دو سنتیں ہیں......ایک تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ **انا للہ و انا الیہ راجعون** میں نے اس پر بھی عمل کیا......لیکن آہستہ کہا......اور دوسری سنت **الحمدللہ علی کل حال** ہے......جس سے اکثر لوگ غافل ہیں......اس لیے میں نے زور سے کہہ کر اس پر عمل کیا......فرمایا یہ صرف زبان سے نہیں بلکہ حقیقت بھی یہی ہے کیوں؟......اس لیے کہ جو سر آگ برسانے کا لائق ہو بجائے آگ اگر اس پر راکھ برسائی جائے تو اس کو کیا الحمدللہ نہیں کہنا چاہیئے؟ سو کوڑے سزا جس کو سنائی جائے......اگر پچاس پر سزا بند کر دی جائے......تو کیا وہ **انا للہ و انا الیہ راجعون** کہے گا......کہ بڑا نقصان ہوا...... پچاس رہ گئے......یا الحمدللہ کہے گا......شکر

ہے پچاس پر جان چھوٹ گئی۔

واقعہ نمبر ۸: شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کا تواضع: مدرسہ معینیہ اجمیر کے معروف عالم حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب معقولات کے مسلم عالم تھے انھوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کی شہرت سن رکھی تھی، ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو ایک مرتبہ دیو بند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند کے مکان پر پہنچ گئے، گرمی کا موسم تھا وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو صرف بنیان اور تہہ بند پہنے ہوئے تھے۔ مولانا معین الدین صاحب نے ان سے اپنا تعرف کروایا اور کہا کہ ''مجھے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب سے ملنا ہے'' وہ صاحب بڑے تپاک سے مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کو اندر لے گئے، پھر آرام سے بٹھایا اور کہا کہ ''ابھی ملاقات ہو جاتی ہے'' مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ منتظر رہے اتنے میں وہ شربت لے آئے اور مولانا کو پلایا۔ اس کے بعد مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ''حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کو اطلاع کیجئے'' ان صاحب نے فرمایا ''آپ بے فکر رہیں اور آرام سے تشریف رکھیں'' تھوڑی دیر بعد وہ صاحب کھانا لے آئے اور کھانے پر اصرار کیا، مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ''میں مولانا محمود الحسن صاحب سے ملنے آیا ہوں، آپ انھیں اطلاع کر دیجئے'' ان صاحب نے فرمایا ''انھیں اطلاع ہوگئی ہے آپ کھانا تناول فرمائیں ابھی ملاقات ہو جاتی ہے'' مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کھانا کھالیا تو ان صاحب نے انھیں پنکھا جھیلنا شروع کر دیا جب کافی دیر گزر گئی تو مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ برہم ہو گئے اور فرمایا کہ آپ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں، میں مولانا سے ملنے آیا تھا اور اتنی دیر ہو چکی ہے ابھی تک آپ نے ان سے ملاقات نہیں کروائی اور اس پر وہ صاحب بولے کہ:

''دراصل بات یہ ہے کہ یہاں تو کوئی مولانا نہیں البتہ محمود خاکسار ہی کا نام ہے''

مولانا معین الدین صاحب یہ سن کر ہکا بکا رہ گئے اور پتہ چل گیا کہ حضرت شیخ الہند

رحمہ اللہ تعالیٰ کیا چیز ہیں۔

واقعہ نمبر ۹: حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تواضع: حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار بھی اکابر دیوبند میں ہے۔ان کے علم و فضل کا اندازہ اس سے لگیا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بلاواسطہ شاگرد اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدثِ دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم سبق ہیں۔وہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لیے جا رہا تھا، بوجھ زیادہ تھا وہ بمشکل چل رہا تھا۔حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حال دیکھا تو اس سے وہ بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں وہ پہنچا دیا۔اس بوڑھے نے اس سے پوچھا! ’’اجی تم کہاں رہتے ہو؟‘‘ انھوں نے کہا: ’’بھائی! میں کاندھلہ میں رہتا ہوں۔‘‘ اس نے کہا: ’’وہاں مولوی مظفر حسین ولی ہیں‘‘ اور یہ کہہ کر ان کی بڑی تعریفیں کیں، مگر مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’اور تو اس میں کوئی بات نہیں ہے، ہاں نماز تو پڑھ لیتا ہے۔‘‘ اس نے کہا ’’واہ میاں! تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو؟‘‘ مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ٹھیک کہتا ہوں۔‘‘ وہ بوڑھا ان کے سر پر ہو گیا، اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کو جانتا تھا، اس نے بوڑھے سے کہا ’’بھلے مانس! مولوی مظفر حسین یہی ہے‘‘ اس پر وہ بوڑھا مولانا سے لپٹ کر رونے لگے۔

واقعہ نمبر ۱۰: حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تواضع: حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے پایہ محقق جو علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ’’فقیہ النفس‘‘ کا مرتبہ دینے کے لیے تیار نہ تھے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ’’فقیہ النفس‘‘ فرمایا کرتے تھے۔ان کے بارے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ: حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے کہ بارش آ گئی۔سب طلباء کتابیں لے لے کر اندر کو بھاگے مگر مولانا سب طلباء کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اٹھا کر لے

چلیں۔لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو کٹ گئے۔

واقعہ نمبر ۱۱: شیخ الہند اور قصہ وعظ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کا کیا ٹھکانا؟ لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ راوی ہیں کہ ’’ایک مرتبہ مراد آباد تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے وعظ کہنے کے لئے اسرار کیا۔مولانا نے فرمایا کہ مجھے عادت نہیں ہے مگر لوگ نہ مانے تو اسرار پر وعظ کے لئے کھڑے ہو گئے اور حدیث ’’**فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد**‘‘ پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ: ’’ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے‘‘

مجمع میں ایک مشہور عالم موجود تھے انھوں نے کھڑے ہو کر کے کہا کہ: ’’یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آئے اسکو وعظ کہنا جائز نہیں‘‘

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کا جوابی ردِعمل معلوم کرنے سے پہلے ہمیں چاہئے کہ ذرا دیر گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ اگر ان کی جگہ ہم ہوتے تو کیا کرتے؟ ترجمہ صحیح تھا اور ان صاحب کا اندازِ بیان توہین آمیز ہی نہیں بلکہ اشتعال انگیز بھی تھا۔لیکن اس شیخ وقت کا طرزِ عمل بھی سنئے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر: مولانا فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ’’میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا۔خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہوگئی یعنی آپ کی شہادت‘‘

چناچہ وعظ تو پہلے ہی ختم فرما دیا۔اس کے بعد ان عالم صاحب سے بطرزِ استفادہ پوچھا کہ ’’غلطی کیا ہے؟ تاکہ آئندہ بچوں‘‘ انھوں نے فرمایا کہ **اشد** کا ترجمہ **اثقل** (زیادہ بھاری) نہیں بلکہ اضر (زیادہ نقصان دہ) کا آتا ہے۔‘‘ مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے برجستہ فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے ’’**یاتینی مثل صاصلة الجرس وھو اشد علی**‘‘ (کبھی مجھ پر وحی گھنٹیوں ک آواز کی طرح آتی ہے،اور وہ مجھے پر سب سے زیادہ بھاری ہوتی ہے۔) کیا یہاں بھی **اضر**

(زیادہ نقصان دہ) کے معنی ہیں؟ اس پر وہ صاحب دم بخود رہ گئے۔

واقعہ نمبر۱۲: حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور استاذ کا احترام: حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ، جس سے پورا برطانیہ لرزتا تھا کیسے مٹے ہوئے انسان تھے۔ حضرت شیخ الہند کے مہمان آئے اور اس زمانے میں یہ جو سیورج لائن ہے یہ گٹر لائن یہ سلسلے نہیں تھے اینٹیں یا دو دیواری بنائی جاتی تھی اس پر بیٹھ کر حاجت پوری کی جاتی تھی اور پھر صبح کو بھنگی وغیرہ آ کر صفائی کر کے لے جاتے مہمان زیادہ ہوتے تھے، بیت الخلاء کم، تو زیادہ استعمال سے وہاں نجاست زیادہ جمع ہو جاتی تھی تو مہمانوں کو تکلیف ہوتی۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ تہجد کے وقت مہمانوں کے جانے سے پہلے وہاں جاتے اور بیت الخلاء کی نجاست کو صاف کر دیتے تا کہ میرے استاد کے مہمانوں کو نجاست دیکھ کر زحمت و پریشانی نہ ہو۔

واقعہ نمبر۱۳: عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسکین مولانا سے احسان: عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے محدث بہت بڑے انسان گزرے ہیں حج اور عمرہ کے سفر پر جاتے تھے تو ایک جم غفیر ساتھ جاتا تھا اور سرائیوں میں ٹھہر ٹھہر کر کے وہاں دینی مجالس ہوتیں تھیں ایک سرائے میں پہنچے جہاں ایک عالم دین ان سے ملنے آتے تھے جب بھی اس سرائے میں ٹھرتے تھے تو ان مولانا سے ملاقات ہوتی تھی لیکن اس بار وہ مولانا ملنے نہیں آئے تو معلام کیا کہ فلاں ملنے کیوں نہیں آئے تو کسی نے کہا کہ کسی سے قرض لے چکا تھا پھر وہ قرض ادا نہ کر سکے اس نے رپورٹ لکھوادی تھانے میں، اس طرح وہ گرفتار ہوئے اب جیل میں ہیں فرمایا قرض خواں کو بلواؤ جن کا قرض تا اسے بلوایا بھائی کتنا قرض ہے اتنا قرض ہے بھائی یہ لے لو کسی کو بتانا نہیں اور مولانا کو رہا کر دو آرام سے دین کا کام کرنے دو یہ کہ کر آگے چل دیئے یہاں انھوں نے جا کر رہا کیا کہ ہمارا راضی نامہ ہوا ہے مجھے اپنا حق مل گیا ہے اور مولانا کو چھوڑ دو مولانا جب سرائے میں آئے تو معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے تھے اور آگے چلے گئے بڑا

صدمہ ہوا اور پیچھے چلے دوسرے، تیسرے مجلس میں جا کر ملاقات ہوئی عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بھائی کہاں تھے آپ، انھوں نے کہا اس طرح میں جیل میں تھا قرض لیا تھا پھر کیا ہوا کہا کوئی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ آیا تھا سرائے میں انھوں نے میرا قرض ادا کر دیا اور پھر میں رہا ہو گیا کہا چلو بہت اچھی بات ہے یہ نہیں فرمایا کہ وہ میں ہوں جس نے تیرا قرض ادا کیا پھر جب عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تو انتقال کے بعد اس قرض خواں نے بتایا کہ مولانا کا قرض تو عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے ادا کیا تھا انسان جب اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیئے کوئی عمل کرتا ہے تو اس پر اتراتا نہیں ہے عجب نہیں کرتا کہ میں نے ایسا کیا میں نے ایسا کیا تو دوستو! ہر گناہ چھوڑنا آسان ہے سب سے مشکل گناہ کیا ہے؟ میں ایسا ہوں میں ویسا ہوں اور خصوصاً دینی اعتبار سے ایسا سمجھنا یہ ایسا گناہ ہے جو انسان کو تباہ کر دیتا ہے اس لیے یہاں ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ ایک سبق یہ بھی ہے کہ نیک بننا فرض ہے اور اپنے آپ کو نیک سمجھنا حرام ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا یا ایھا الذین اٰمنو اتقو اللہ اے ایمان والو تقویٰ سے رہو کیا مطلب ہے نیک بنو اتقو امر ہے نیک بننا فرض ہے اور فرمایا فلا تزکو انفسکم اپنے آپ کو نیک مت سمجھو تو یہاں ایک سبق یہ بھی پڑھایا جاتا ہے کہ نیک بننا فرض ہے اور اپنے آپ کو نیک سمجھنا حرام ہے جو اپنے کو نیک سمجھتا ہے مارا جاتا ہے۔

واقعہ نمبر ۱۴: حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ...... اور گورنر کو معزول کرنا: حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی علاقے کے گورنر بنایا...... رخصت کرتے وقت...... ان کو نصیحتیں کرتے ہوئے...... مدینہ منورہ سے باہر نکلے...... ''عوالی'' میں پہنچے...... وہاں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر کے ان کو سمجھا رہے تھے...... قریب میں جو گھر تھے...... ان کے چھوٹے بچے آئے...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بارعب، طاقتور اور جسیم انسان تھے...... لمبے لمبے بال رکھے ہوئے تھے...... بعض بچے ایک کندھے پر اور بعض دوسرے کندھے پر بیٹھ گئے...... اور ان کو سیڑھی بنا

کر ایک اِدھر کو کھسک جاتا ...... دوسرا اُدھر کھسک جاتا ...... کوئی کان سے کھینچ رہا ہے ...... کوئی بالوں سے ...... اور آپ رضی اللہ عنہ اُس گورنر کو سمجھا رہے ہیں ...... بچوں کی طرف توجہ ہی نہیں ...... بچوں کو کھیل کی جگہ مل گئی ...... جو گورنر تھے کافی دیر سے بچوں کے کھیل کو دیکھ کر صبر کیئے ہوئے تھے ...... آخر بول پڑے ...... اے! امیر المؤمنین ...... یہ بچے کیا کر رہے ہیں؟ میرے قریب تو میرے اپنے بچے تک نہیں آتے ...... اور یہ دوسروں کے بچے ہیں ...... کوئی آپ رضی اللہ عنہ پر چڑھ رہے ہیں ...... کوئی اتر رہے ہیں ...... کان سے کھینچ رہے ہیں ...... فرمایا ...... افسوس! آپ اتنے سنگ دل ہیں ...... مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ...... کہ آپ جیسے کو گورنر بنا دیا ...... اسی وقت اس کو معزول کیا ...... اور فرمایا ...... جاؤ اپنے گھر بیٹھ جاؤ ......۔

دوستو! ...... امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو دیکھئے؟ آج ہماری شان ختم نہیں ہو رہی جو اپنی شان کو بنا کر رکھتے ہیں تو وہ رحمٰن کے بندے نہیں ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۵: حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور عظمتِ استاذ: حضرت شیخ الہند کا جب انتقال ہوا تو حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کی اہلیہ سے کہا کہ امی جان جوتیاں مرحمت فرما دیجئے ...... ان کو جوتیاں پکڑا دیں گئیں ...... تو انھیں الٹا کر کے سر پر رکھ کر دیر تک روتے رہے ...... اور کہتے رہے ...... میں نے اپنے استاد کا حق ادا نہیں کیا ...... شاید میرا یہ عمل اس کا کفارہ ہو جائے۔

واقعہ نمبر ۱۶: حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور کتاب کے سرِ ورق کا قصہ: مالٹا کی جیل میں حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھے ...... سردی کے دن آئے ...... پانی گرم کرنے کا کوئی انتظام نہیں ...... آپ لوٹا پانی سے بھر کر ...... پوری رات پیٹ کے ساتھ پکڑ کر اس پر جھکے رہتے ...... پیٹ کی حرارت کی وجہ سے اس میں کچھ گرمائش آجاتی ...... صبح وہ پانی اپنے استاذ کی خدمت میں پیش کرتے ...... وہاں جیل میں رہتے ہوئے انھوں نے

ایک کتاب لکھی......اور چھاپنے کے لیے احباب کو بھجوا دی......احباب نے چھاپ لی......اور ٹائٹل پر لکھا......''مؤلف حضرت مولانا حسین احمد مدنی، جانشین شیخ الہند''......ایک نسخہ آپ کو جیل میں بھجوادیا گیا......آپ نے دیکھ کر خط لکھا

''میں نے ٹائٹل (سرِ ورق) کو دیکھ کر بہت رویا ہوں......تم لوگوں نے ٹائٹل پر اتنی غلط بات کیوں لکھی ہے؟ میں حضرت شیخ الہند کا جانشین نہیں ہوں......اُنکے مقام......میرے درمیان...... زمین و آسمان کا فرق ہے......میرے نام کے ساتھ جانشین تم لوگوں نے کیوں لکھا ہے؟ اگر میرے دل کا تمھیں کچھ پاس ہے......تو یہ ٹائٹل پھاڑ دو اور دوسرا ایسا ٹائٹل چھاپ لو......جس پر شیخ الہند کے الفاظ نہ ہوں''

یہ ہیں مٹے ہوئے لوگ جنھیں اپنی شان کا خیال نہیں ہوتا......ان کی شان ہوتی ہی نہیں ہے......شان ہے تو......صرف اللہ تعالیٰ کی ہے.

واقعہ نمبر ۱۷: مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ اصلاح: حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک قصہ سنایا......مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے اللہ والے تھے......ان کی خانقاہ میں دور دراز سے لوگ اصلاح کے لیے آتے تھے......افغانستان سے ایک آئے تھے انھوں نے حضرت کے پاس وقت گزارا...... اصلاح ہوئی......حضرت نے ان کو اجازت دی......اب آپ بھی دوسروں کی اصلاح کا کام کر سکتے ہیں ......واپس چلے گئے......ایک زمانہ گزرنے کے بعد......حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا......ان کے ایک پوتے تھے......اُن کو ایک دن خیال آیا...... ہمارے دادا کتنے بڑے عالم اور کتنے بڑے اللہ والے تھے......آج میرا کیا حال ہے؟ مجھے نیک بننا چاہئے ...... مجھے بھی اللہ کا ولی بننا چاہیے......اب اللہ تعالیٰ کے دوست اور ولی بننے کا کیا طریقہ ہے؟ قربان جاؤں اِن اکابر پر...... ہمارے حضرت عارف باللہ، حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر

صاحب دامت برکاتھم نے فرمایا......زمین سے پانی نکلنے کا طریقہ کیا ہے؟......کنواں کھودنا شروع کردو......آپ نے ایک دن کنواں کھودا......سوکھی مٹی نکلی......لیکن آپ مایوس نہیں ہوتے کہ یہ تو سوکھی مٹی ہے اس میں پانی کا کوئی اثر تک نہیں......لہذا میں مزید کھودنا چھوڑ دیتا ہوں ......ایسا نہیں کرتا...... چونکہ معلوم ہے......زمین سے پانی نکلنے کا یہی طریقہ ہے کہ کنواں کھودتے جاؤ......اس لیے......دوسرے دن پھر کھدائی کرتے ہو...... پھر وہی سوکھی مٹی......تیسرے دن پھر ایک فٹ اور کھدائی کرتے ہو...... پھر وہ سوکھی مٹی...... لیکن چھوڑتے نہیں......کچھ آگے کھدائی ہوئی تو گیلی مٹی نظر آئی......نوے فیصد مٹی ہے اور دس فیصد پانی...... پھر اور نیچے گئے...... پچاس فیصد پانی پچاس فیصد مٹی......اور نیچے گئے......نوے فیصد پانی دس فیصد مٹی......اور نیچے گئے تو صاف شفاف سو فیصد پانی نظر آیا......اگر پہلے دن یا دوسرے دن مایوس ہوجاتے......تو بتائیے پانی مل جاتا؟......نہیں......آپ کو یقین تھا کہ پانی نکلنے کا طریقہ یہی ہے......اس طرح......ایک زمانہ تھا لوگ سمجھتے تھے......کہ اللہ والا بننا ہے تو اسکا طریقہ یہی ہے کہ......کسی اللہ والے کی صحبت میں آنا جانا شروع کردو...... پہلے دن تو شاید ولی اللہ نہ بنیں لیکن جب مسلسل تعلق رہے گا تو ان شاءاللہ ایک دن وہ بھی آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اور ولایت حاصل ہوجائے گی۔

انھوں نے سوچا کہ مجھے اللہ والا بننا ہے......اب میں کیسے بنوں......دادا کے خلفاء میں غور کیا......ذہن میں آیا......افغانستان میں ایک خلیفہ موجود ہیں......سفر کرکے وہاں پہنچے......شیخ سے ملاقات ہوئی......شیخ بہت خوش ہوگئے......ہمارے شیخ کے پوتے آئے ہیں......بڑا اکرام کیا......صبح شام بہترین کھانے کھلا رہے ہیں......بہترین بستر پر سلا رہے ہیں......دو تین دن گزرنے کے بعد......انھوں نے عرض کیا......حضرت میں اصلاح کے لیے آیا ہوں......فرمایا ......اچھا خوب......مرغن غذائیں بند ہوگئیں......صرف چٹنی روٹی ملنے لگی......بستر پر سونا بند...... فرمایا......اصطبل میں سویا کرو......وہاں چارپائی ڈالو......اسکے ذمے کام لگایا......اصطبل میں

گھوڑے بھی تھے......دوسری طرف کتے بھی شکاری پالے ہوئے تھے......(شکاری کتے پالنا جائز ہےاور وہ اللہ والے ان شکاری کتوں سے اصلاح کا کام بھی لیا کرتے تھے) کہا اصطبل کی صفائی کرو......کتوں کا پاخانہ وغیرہ صاف کردیا کرو......یہ سب تمھاری ذمہ داری ہے......ایک دو ہفتے گزر گئے ......وہ صفائی میں مصروف رہے......شیخ کی جو بھنگن تھی ......شیخ نے اس سے کہا......کہ جونجاست گھروں سے اکھٹا کر کے ٹوکرے میں ڈال کرروزانہ لے جاتی ہو......وہ ٹوکرااس کےقریب سے گزارواوراسکے تیورکو دیکھو......کیسے ہیں؟ وہ پاخانے کا ٹوکرا سر پر رکھ کر جب گزرگئی......تواس نے منہ بنایا......کیسی بدبو ہے...... چہرہ بگاڑا......اس نے شیخ کو بتا دیا...... فرمایا......ابھی علاج نہیں ہوا...... پھر ایک ہفتہ اور گزر گیا ......فرمایا......اب جا کر پھر دیکھو...... اس نے کہا میں گزر گئی......لیکن اسے کچھ نہیں ہوا......جیسے کوئی گزرا ہی نہ ہو......کہا الحمدللہ...... افاقہ ہورہا ہے......ایک ہفتہ کے بعد پھر کہا......نجاست کا ٹوکرا خود ٹھوکر کھا کر اس کے اوپر ڈال دو......اس طرح اس نے خود سے ٹھوکر کھائی ......اور پورا ٹوکرا اس کے اوپر پھینک دیا......اب اس نے کہا کہ کیا بدبودار چیز تو نے ڈال دی تمھیں کیا ہوا ......پوری بات شیخ کو بتا دی ...... یہ معاملہ ہوا ......انھوں نے کہا کہ ابھی بیماری باقی ہے ......چلو ابھی صفائی کرو اور اصطبل میں رہو...... ہفتہ بیس دن جب گزر گئے پھر کہا......پھر جاؤ......وہ ٹوکرا لے گئی ......ٹھوکر کھائی...... نجاست ڈال دی......اب اس کو کوئی بدبو محسوس نہ ہوئی ......فوراً بھنگن کو اٹھایا......کہا چوٹ لگ گئی ہوگی......افسوس!......سارا پاخانہ ہاتھوں سے اکھٹا کر کے ٹوکرے میں ڈال کر سر پر رکھوا دیا......شیخ کو کیفیت سے آگاہ کیا......فرمایا الحمدللہ صحت ہورہی ہے......اب آخری دوا کھلانی ہے ......اعلان ہوا......کل شکار پر جانا ہے......گھوڑے تیار کرو...... کتے تیار کرو...... شکار کے لیے نکلے......ایک طاقتور شکاری کتا جس کے گلے میں زنجیر تھی......ان کو پکڑا دیا......شیخ نے کہا...... کچھ بھی ہو......سارے کتے شکار کے لیے دوڑیں......اس کتے کو چھوڑنا نہیں......اب شیخ کا حکم

تھااس لیے زنجیر کو ہاتھ میں پکڑنے کے بجائے کمر سے باندھ دیا تا کہ ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے ...... جیسے ہی شکار نظر آیا...... سارے کتے بھاگے...... شکاری کتے کو کون روک سکتا ہے؟ اس کتے نے بھی زور لگایا...... یہ بچارے روکنے کی کوشش کررہے تھے، لیکن کتے نے اتنا زور لگایا کہ یہ زمین پر گر گئے...... کتا انھیں زمین پر گھسیٹتے ہوئے لے جارہا ہے...... کانٹے چب رہے ہیں ...... شیخ گھوڑے پر سوار یہ سب دیکھ رہے ہیں...... جب کئی فرلانگ گھسیٹا...... فرمایا...... کتے کو روک لو...... انھوں نے کہا...... شیخ ناراض نہ ہونا...... بس میری غلطی ہے...... کتا مجھ سے چھوٹ گیا...... واپس آئے...... ان کو مرحم پٹی کروائی...... پھر سر پر پگڑی بندھوا کر فرمایا...... جاؤ...... اب دوسروں کی اصلاح کا کام کرو۔

دوستو!...... اسی کو خواجہ صاحب نے فرمایا۔

دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل
رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے تو آئینہ بن پاتا ہے دل

جب لاکھ رگڑے لگتے ہیں...... پھر دل آئینہ بنتا ہے...... ہم کہتے ہیں کوئی رگڑا نہیں چاہیئے...... خوب مرغن کھانے کھلاؤ...... اچھے کپڑے پہناؤ...... اور خود بخود ہم ٹھیک ہو جائیں ...... اس طرح اس ''انا'' کا علاج بہت مشکل ہے۔

بھائیو! رحمٰن کے بندوں کی پہلی صفت کیا ہے؟ وہ ہلکے پھلکے رہتے ہیں...... ان میں تکبر نہیں...... ان میں بڑائی نہیں...... سنئے...... تکبر کتنی بڑی خباثت ہے...... کتنی بڑی معصیت ہے ...... آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''**لا یدخل الجنۃ احد فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من کبر** (رواہ مسلم ، مشکوۃ ص ۴۳۳) جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا ...... جنت میں داخلہ اس پر حرام ہے...... اور حدیث قدسی ہے ''**عن ابی ھریرۃ** رضی اللہ عنہ **قال قال رسول اللہ** ﷺ **یقول اللہ تعالیٰ الکبریاء رداء ی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی**

واحدا منهما ادخلته النار وفی روایة قذفته فی النار (رواہ مسلم،مشکوۃ ص ۴۳۳)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... بڑائی میری اوپر کی چادر ہے اور عظمت میری نیچے کی چادر ہے جو ان میں سے کوئی چادر مجھ سے چھینے گا...... میں اسے جہنم میں پھینک دونگا۔

عاجزی،انکساری اور تواضع کا مقابل...... تکبر اور عجب ہے...... تواضع اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی صفت ہے...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا (رحمٰن کے بندے کون ہیں؟) **الذین یمشون علی الارض هونا** ...... **ای الذین یعیشون فی الناس هینین فی کل امور هم** ہلکے پھلکے زندگی گزارنے والے...... یہ رحمٰن کے بندے ہیں...... خلاصہ بیان کا یہ ہے کہ رحمٰن کے بندے متواضع...... ہلکے پھلکے ہوتے ہیں...... ان کو اللہ تعالیٰ کے قرآن نے بھی جنت کی بشارت دی ہے اور آپ ﷺ نے بھی۔قرآنِ مجید اعلان کر رہا ہے۔

اولئک یجزون الغرة بما صبروا ویلقون فیها تحیة وسلٰما......خٰلدین فیها حسنت مستقرًا ومقاما...... ایسے لوگوں کو بالا خانے ملیں گے بوجہ ان کے ثابت قدم رہنے کے اور اُن کو اس میں بقاء کی دعا اور سلام ملے گا اور اُس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے...... وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا...... جو ہلکے پھلکے تواضع وانکساری سے رہتے ہیں...... جہنم ان پر حرام ہے...... وہ جہنم پر حرام اور فرمایا...... یہ جنتی آدمی ہے اور اللہ کو اتنا پیارا ہے کہ وہ اگر کسی بات پر قسم کھائے تو اللہ اسکو بری کر دیتے ہیں۔

آیئے! آج ہم بھی وعدہ کریں کہ شیطان کے اوصاف...... بھیڑیوں کے اوصاف سے توبہ کر کے...... رحمٰن کے بندوں کے جو اوصاف ہیں ان کو اختیار کریں گے۔

رحمٰن کے اوصاف پیدا کرنے کا نسخہ اکسیر: ہمارے حضرت والا فرماتے ہیں: کسی اللہ والے یا کسی اللہ والے کے غلام سے اللہ تعالیٰ کے لیے دوستی لگا دو...... آنا جانا رکھو...... امورِ دینیا

میں ان سے مشورے کرتے رہو......ان شاءاللہ تم ایک دن اللہ والے بن جاؤ گے اور اللہ والوں کے اوصاف تمھارے اندر ایک دن پیدا ہو جائیں گے۔حضرت والا ہی کا شعر ہے۔

یہ ملتی ہیں خدا کے عاشقوں سے دعاؤں اوران کی صحبتوں سے

اور فرمایا:

کسی اہل دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر اسے آ گیا ہے جینا اسے آ گیا ہے مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یارب
تیرے عاشقوں سے سیکھا تیرے سنگِ در پہ مرنا

اللہ والوں کی صحبت ملنے کے بعد آدمی جینے کو جانتا ہے...... جینا کیا ہوتا ہے......ہم کیا جانیں...... جینا کیا ہے؟ بازار گئے......دکان پر بیٹھ گئے......ملازمت کی......واپس آئے......ماہانہ تنخواہ مل گئی......کھالیا......الحمدللہ جینے کا حق ادا ہو گیا......دوستو! اسی طرح تو...... یہودی بھی بازار گیا......دکان پر بیٹھ گیا......ملازمت کی......واپس آیا...... ماہانہ تنخواہ مل گئی......کھالیا......عیسائی ، ہندو،اور سکھ وغیرہ غیر مسلم بھی اسی طرح کرتے ہیں......کیا فرق ہوا؟ جو غیر مسلموں کا جینا ہے وہی جینا میرا اور آپ کا ہوا......مسلمان کے جینے اور غیر مسلم کے جینے میں کیا فرق نہیں ہونا چاہیے؟...... یہ فرق تب آئے گا جب اللہ والوں کی صحبت میں جائیں گے۔

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یارب تیرے عاشقوں سے سیکھا تیرے سنگِ درر پہ مرنا
پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں انکی ادھر نظر بھی ہے بڑھ کر مقدر آزما سنگ بھی ہے سنگِ در بھی ہے

انسان اللہ کے سامنے جھک کر تو دیکھے......کیا حاصل ہوتا ہے؟......اس لیے دوستو! ہم توبہ کریں ......اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں......اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں......اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب احباب کو معاف فرمادے و آخر دعوانا الحمد لله رب العٰلمین۔۔۔

﴿ولی اللہ بنانے والے پانچ اعمال﴾

ہمارے حضرت عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں...... پانچ اعمال ایسے ہیں کہ جو اُن پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے اِن شاءاللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دُنیا سے جائے گا اور اُن کی برکت سے اِن شاءاللہ تعالیٰ دین کے تمام احکام پر عمل کی توفیق ہو جائے گی...... کیونکہ یہ احکام لوگوں کو مشکل معلوم ہوتے ہیں بوجہ نفس پر گراں ہونے کے...... جو طالب علم پرچے کے مشکل سوال حل کر لیتا ہے اُس کو آسان سوال حل کرنا مشکل نہیں ہوتا...... پس نفس پر جبر کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اُس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو جائے گا

(۱) تجوید سے قرآن کریم سیکھنا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ورتل القرآن ترتیلا (مزمل) اس کے ترجمہ وتفسیر میں حضرۃ حکیم الامت قدس سرہ لکھتے ہیں: قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو اور یہی حکم غیر صلوۃ میں بھی ہے۔ (بیان القرآن)

ترتیل سے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں...... اور شرع میں کئی (یعنی سات) چیزوں کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں (۱) حروف کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ ''ط'' کی جگہ ''تا'' اور ''ض'' کی جگہ ''ظ'' نہ نکلے۔ (۲) وقوف کی جگہ اچھی طرح ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جائے (۳) حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زبر، زیر، پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا (۴) آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا، تاکہ کلامِ پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ (۵) آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جائے، کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قوت اور تأثر زیادہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے اطباء نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہنچانا ہو اس کو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اس کو جلدی کھینچتا ہے اور جس دوا کے اثر کو جگر میں پہنچانا ہو اس کو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے (اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا استعمال کیا جائے تو دل پر تأثر میں زیادہ تقویت ہو گئی) (۶) تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جاوے کہ اس کے اظہار سے کلام پاک میں

عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے (۷) آیات رحمت وعذاب کا حق ادا کرے۔

یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے (فضائلِ اعمال ۲۲۳،فضائل قرآن ۲۳)

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں: بے احتیاطی اور بے پرواہی سے قرآن مجید غلط پڑھنا سخت گناہ ہے۔

قال الله تعالیٰ: ورتل القرآن ترتیلا ......وقال العلامة الجزری رحمه الله تعالیٰ: والأخذ بالتجوید حتم لازم من لم یجود القرآن اثم (یعنی تجوید سے پڑھنا واجب اور لازم ہے تجوید کے خلاف کرنے والا گنہگار ہے (احسن الفتاویٰ ۳/۶۹)

تجوید کا حکم: حروف متشابہ ......ظاء،ضاد......ذال،زاء......تاء،طاء اور سین،صاد،ثاء میں فرق سیکھنا فرض ہے،تجوید کے دوسرے قواعد مثلاً اخفاء ......اظھار......تفخیم......ترقیق وغیرہ کا سیکھنا مندوب (ومستحب) ہے (احسن الفتاوی ۳/۸۶)

(۲) مردوں کے لئے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا......اور......عورتوں کے لئے شرعی پردہ کرنا:

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی مفتی اعظم سہارنپور......ثم......دارالعلوم دیوبند نے......فتاویٰ محمودیہ ۱/۲۶۵......میں جو فرمایا ہے......اور......مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے......جواہر الفقہ ۲/۴۲۳......میں جو فرمایا ہے......دونوں کا حاصل یہ ہے کہ آئمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ڈاڑھی منڈانا اور ایک مٹھی سے کم کتروانا حرام ہے......یہی اجماعی اور اتفاقی حکم احادیث سے بھی ثابت ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے: خالفوا المشرکین وفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب وکان ابن عمر رضی اللہ عنہ اذا حج او اعتمر قبض علی لحیته فما فضل اخذه. (بخاری ج ۲،باب تقلیم الاظفار،ص ۸۷۵)

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو......ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی ڈاڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

فتاویٰ شامیہ میں ہے: اما اخذ اللحیة وهی مادون القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد. ڈاڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور

ہیجڑے لوگ کرتے ہیں...... کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے: ”کسری (جو مجوسیوں یعنی آگ پرستوں اور مشرکوں کا بادشاہ تھا) کی جانب سے آپ ﷺ کی خدمت میں دو قاصد آئے، ان دونوں کی ڈاڑھیاں کٹی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں:

فکره النظر الیهما و قال : ویلکما من أمر کمابهذا؟قال:أمرنا ربنا یعنیان کسری ،فقال رسول الله ﷺ ولکن ربی أمرنی باعفاء لحیتی وقص شاربی“ ......

آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف نظر کرنا بھی پسند نہ کیا اور فرمایا: تمہاری ہلاکت ہو، تمہیں یہ شکل بگاڑنے کا حکم کس نے دیا...... وہ بولے: کہ یہ ہمارے رب یعنی شاہِ ایران کا حکم ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: لیکن میرے رب نے تو مجھے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا ہے (البدایۃ والنھایۃ ۲/۲۲۳، المکتبۃ الحقانیۃ)

نچلے جبڑے کے سارے بال، ریش بچہ اور اسکے دائیں بائیں دونوں طرف ڈاڑھی کا حصہ ہیں اس لئے ان کا کٹانا حرام ہے...... رخسار کے بال صاف کرنا جائز ہے...... البتہ اس میں بعض لوگ اتنا مبالغہ کر لیتے ہیں کہ نچلے جبڑے کے کچھ بال اور ریش بچہ یا اس کے دائیں بائیں کے بالوں کو بھی کاٹ لیتے ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے...... حلق کے بال صاف کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

مونچھ: سب سے بہتر یہ ہے کہ قینچی سے خوب باریک کر دی جائیں، اگر مونچھیں رکھنی ہیں تو بھی اوپر کے ہونٹ کا کنارہ صاف رکھنا واجب ہے...... مونچھوں کو اتنا بڑھانا کہ یہ کنارہ چھپ جائے حرام اور کبیرہ گناہ ہے

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مونچھ نہ کاٹی وہ ہم میں سے نہیں (مشکوٰۃ ۸۱)

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے اپنی مونچھ بڑھائی اس کو چار قسم کی سزائیں دی جائیں گی......

(۱) میری شفاعت سے محروم ہوگا۔ (۲) میرے حوض کا پانی پینا نصیب نہ ہوگا۔ (۳) قبر کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ (۴) اللہ تعالیٰ منکر نکیر کو اس کے پاس غصے اور غضب کی حالت میں بھیجے گا (اوجز ۶/۲۳۰)

عورتیں مندرجہ ذیل دو اعمال کا اہتمام کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی ولیّہ بن جائیں گی:

(۱) شرعی پردہ: آج کل ایک گناہ میں عام ابتلاء ہے...... وہ ہے شرعی پردہ نہ کرنا...... عوام تو کیا اکثر خواص بھی اس میں مبتلا ہیں...... خاندان کے نامحرموں سے پردہ کا اہتمام نہیں...... عورتیں گھر سے باہر جاتی ہیں تو برقعہ اوڑھ کر جاتی ہیں...... لیکن نامحرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتیں...... حالانکہ اس سے پردہ کرنا بھی

شریعت کے حکم ہے ...... بلکہ ان سے پردہ کا اہتمام زیادہ ضروری ہے...... کیونکہ ان سے واسطہ زیادہ پڑتا ہے......لہٰذا خاندان کے نامحرموں سے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

عورتوں کے لیے مندرجہ ذیل رشتے دار نامحرم ہیں اس لئے ان سے پردہ کرنا ضروری ہے...... خالو، پھوپھا، چچازاد بھائی، تایازاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، خالہ زاد بھائی، ماموں زاد بھائی، بہنوئی، شوہر کے تمام مرد رشتہ دار علاوہ سسر یہ سب نامحرم ہیں......عورتوں کو چاہئے کہ دیور اور جیٹھ سے پردہ کا اہتمام کریں...... ایک عورت نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم دیور (یعنی شوہر کے بھائی) سے پردہ کریں؟......حضور ﷺ نے فرمایا......دیور تو موت ہے موت...... (یعنی جس طرح موت زندگی کو ختم کر دیتی ہے اسی طرح دیور سے پردہ نہ کرنا دین کو تباہ کر دیگا اس لیے دیور سے اس طرح ڈرنا چاہیے جیسے موت سے)...... چونکہ اس میں فتنہ زیادہ ہے اس لیے حضور ﷺ نے اس کی خاص تاکید اور تنبیہ فرمائی......اسی کو اکبر الہٰ آبادی نے کہا ہے

آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا
جس کو سمجھے تھے کہ بیٹا ہے بھتیجہ نکلا

شرعی پردہ کا مطلب یہ نہیں ہے...... کہ کمرے میں بند ہو کر بیٹھ جائیں...... بلکہ اگر گھر چھوٹا ہے تو اچھی طرح گھونگھٹ نکالیں تاکہ چہرہ بالکل نظر نہ آئے...... چادر سے بدن چھپا کر گھر کا کام کاج کرتی رہیں ......لیکن اگر گھر میں کوئی نہیں ہے......تو نامحرم کے ساتھ تنہائی جائز نہیں...... اور بے ضرورت نامحرموں سے گفتگو نہ کریں...... اگر کوئی ضروری بات کرنی ہو مثلاً سودا سلف منگانا ہو......تو پردہ سے آواز ذرا بھاری کر کے کہہ دیں......اور ایک دسترخوان پر نامحرموں کے ساتھ کھانا نہ کھائیں...... یا تو اپنے شوہروں کے ساتھ کھائیں ...... یا عورتیں ایک ساتھ کھائیں...... مرد ایک ساتھ کھائیں......اسی طرح لوگ چھوٹے بچوں کو گھر میں نوکر رکھ لیتے ہیں......لیکن جب وہ جوان ہو جاتے ہیں تو بیگم صاحبہ کہتی ہیں......اس سے کیا پردہ......اس کو تو میں نے ہگایا، مُتایا ہے......خوب سمجھ لیں کہ اس سے پردہ واجب ہے......بچپن کے احکام اور ہیں، جوانی کے احکام اور ہیں...... ہگانے، مُتانے سے کیا ہوتا ہے...... اپنے ہی بچہ کو بچپن میں ہگاتی مُتاتی ہو...... نہلاتی ہو......تو جب اپنی اولاد کے لئے احکام بدل گئے......تو نوکر تو نامحرم ہے۔اس سے پردہ نہ کرنا سخت گناہ ہے......اسی طرح آج کل ایک بیماری اور پھیل گئی ہے...... میرا منہ بولا بھائی ہے...... یہ میرا مُنہ بولا بیٹا ہے......مُنہ بولنے سے نہ کوئی بھائی ہو جاتا ہے نہ بیٹا ہو جاتا ہے......ان سے پردہ ضروری ہے......جن گھرانوں میں شرعی پردہ معیوب

سمجھا گیا ان کی عزت اور انکا دین تباہ ہو گیا......نمونہ کے طور پر ایسے گھروانوں کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

واقعہ نمبر ۱: حضرت قاری مولانا......صاحب زید مجدہم جو ایک بہت بڑے اللہ والے کے خلیفہ مجاز بھی ہیں ......ایک بہت بڑے مرکزی مسجد کے امام وخطیب اور ایک جامعہ کے رئیس اور روحِ رواں بھی ہیں......نے بندے کو بتایا......ایک دن دفتر میں ایک عورت اپنے جوان بیٹے کو ساتھ لاکر کہنے لگی......یہ میرا بیٹا ہے......اسکی شادی ہوئی ہے......لیکن تعجب کی بات ہے......جب اسکی بیوی میکے والدین ملنے جاتی ہے......اس کی ساس ہمارے ہاں پہنچ جاتی ہے......میں حیران تھی......بیٹی گھر میں چھوڑ کر یہاں کس مقصد سے آتی ہے؟......یہ عُقدہ مجھ پر نہ کھلتا تھا......ایک دن حسبِ معمول جب اِسکی بیوی میکے گئی......اور یہ آٹپکی......تو میں کسی کام سے پڑوس میں گئی......واپس آکر کیا دیکھا......بیٹے کا کمرہ بند ہے......اندر کی جانب کنڈی لگی ہوئی ہے...... دروازے سے جھانکر ایک حیا سوز منظر......گمراہی اور بے غیرتی کا......علم ناک واقعہ دیکھا......واقعہ کیا تھا؟ ......داماد اور ساس زنا میں مشغول ہیں......میرا تعجب ختم ہوا......عُقدہ لاتنحل حل ہوا......ساس چلی گئی......بیٹے سے پوچھا......یہ کیا بے حیائی؟......شریعت کی بغاوت؟......کہا......امی جان......اس سے میرا یہ تعلق شادی سے پہلے کا ہے......لڑکی بھی اس شرط پر دی ہے کہ شادی کے بعد بھی یہ تعلق برقرار رہے گا......میں شرط اور وعدے سے مجبور ہوں......جناب قاری صاحب یہ ہے میرا بیٹا اور یہ ہے اس کا قصہ......آپ فرمائیں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

فائدہ: قارئینِ کرام! بدنظری، بے پردگی، عریانی اور ناجائز اختلاط کا انجام کیا ہوتا ہے؟......بعض اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ سے سنا تھا......سکھوں کے ہاں بیوی اور بھابی میں فرق نہیں ہوتا......جب ایک بھائی کی شادی ہو جاتی ہے......گویا سب کی ہوگئی......فرمایا!......ایک لڑکی سکھ کے لڑکے سے بیاہ گئی......اس کے چار پانچ بھائی بھی تھے......سب حق سمجھ کر وصول کرتے رہے......کئی مہینے گزر گئے......ایک دن لڑکی ساس سے کہنے لگی...... اماں!......آپ کے بیٹوں میں میرا شوہر کون ہے؟......اتنے مہینے گزر گئے مجھے پتہ نہیں چل رہا......سب برابر استعمال کرتے ہیں......ساس نے کہا! واہ پگلی......میرے بال سفید ہوگئے آج تک مجھے پتہ نہیں چلا کہ میرا شوہر کون ہے؟......اور تو ابھی سے پوچھ رہی ہے۔

فرمایا: ایک سکھ فوج میں تھا......ایک سال سے چھٹی پر گھر نہیں گیا تھا......اچانک مٹھائی تقسیم کی ......کیوں؟......میرا بیٹا پیدا ہوا ہے......کیسے؟......جب کہ سال سے زیادہ مدت ہوگئی کہ آپ چھٹی پر گئے ہی

نہیں؟......کہا......چھوٹا بھائی گھر پر ہے نا......!۔

دوستو! سکھوں کی کہانیاں ہیں کہ ان میں بیوی اور بھابی کی تمیز نہیں......لیکن اس واقعہ نے تو سکھوں کو بھی شرما دیا......بیوی اور ساس کی تمیز بھی ختم ہوگئی......حالانکہ قرآن کریم کی نص قطعی ہے...... **وامھات ازواجکم**......کہ تمھاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں......آج کے مسلمان نے اس نصِ قطعی کے حکم کو بھی اپنی ناجائز خواہشات کی تکمیل کی خاطر پسِ پشت ڈال دیا......**فالی اللہ المشتکی**...... اللہ تعالیٰ ہی ہمارے حال پر رحم فرما کر ہم کو نیک اور صالح بنائیں۔

واقعہ نمبر۲: حضرت مفتی......صاحب زید مجدہم......جو ایک مدرسہ کے رئیس بھی ہیں......اور ایک اللہ والے دامت برکاتہم کے خلیفہ مجاز بھی......نے بتایا کہ ایک عورت اپنی بیٹی سمیت آئی......اور کہنے لگی......ہم ماں، بیٹی اور ابو تینوں......ٹی وی میں ڈرامہ دیکھ رہے تھے......مجھے نیند آئی......میں سونے کے کمرے میں جا کر سوگئی......باپ بیٹی تنہا رہ گئے......صبح بیٹی نے بتایا...... ڈرامہ کے دوران ابو کو کیا ہوا؟......اس نے تو میرے ساتھ پوری بدکاری ہی کرلی۔

برادرانِ محترم: اللہ تعالیٰ ہمارے مزاج اور طبیعت سے خوب واقف ہیں......کیونکہ وہی پیدا کرنے والے ہیں......وہی نشونما کے مالک ہیں......وہی صحت و مرض کے اسباب اور ان کے اثرات کو خوب جانتے ہیں......انھیں معلوم ہے......انسان ضعیف المزاج ہے......اگر اسبابِ گناہ کے قریب گیا......تو مرتکبِ گناہ ہوجائے گا......اس لئے حکم دیا...... **لا تقربوا الزنا**......زنا کے قریب تک بھی نہ جاؤ......یعنی اسبابِ زنا اور دواعی زنا سے دور رہو گے......تو بچے رہو گے......اگر قریب ہوئے......تو مبتلا ہو جاؤ گے......ہمارے حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں......**لا تقربوا** ہو گے......تو **لا تفعلوا** ہو گے...... **تقربون** ہو گے......تو **تفعلون** ہو جاؤ گے۔

دوستو!......جو لوگ اسبابِ گناہ (یعنی بدنظری، گانا بجانا، عورتوں اور امرد یعنی بے ریش لڑکوں سے شہوت رانی اور بے حیائی کی باتیں کرنا، ٹی وی، ڈش اور وی سی آر پر بیٹھ کر گندی گندی فلمیں دیکھنا وغیرہ وغیرہ) سے دور نہ ہوئے......بے احتیاطی کی......اور کہا......ہمیں کچھ نہیں ہوتا......ان کو پھر سب کچھ ہوا......جس کا نمونہ آپ حضرات نے مندرجہ بالا دو واقعات میں ملاحظہ فرمایا......اس قسم کے مزید واقعات اور پردہ اور حجاب سے متعلق احادیث کے لئے بندہ کا رسالہ ''خواتین کا اصلی زیور'' جو کئی بار چھپ چکا ہے......دیکھ سکتے ہیں۔

خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو اپنے اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

نفس کا اژدھا دلا دیکھ ابھی مرا نہیں غافل ادھر ہوا نہیں اس نے ادھر ڈسا نہیں

اور جن لوگوں نے اسبابِ گناہ سے دوری اختیار کی......وہ بحمدللہ تعالیٰ محفوظ رہے......بلکہ دوسروں کے لئے ان کی ہمتیں نمونہ بن گئیں......ذیل میں ایک باہمت بچی اور ایک خاتون کا قصہ ملاحظہ ہو۔

باہمت خواتین کے چند قصے

ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً گیارہ سال تھی ......نے والدین سے کہا......میری عمر گیارہ سال ہوگئی ......اب میں چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد وغیرہ سارے نامحرم رشتہ داروں سے پردہ کروں گی ......والدین نے کہا......بیٹی......یہ سارے ناراض ہوجائیں گے......بیٹی بولی میرے ابو میری امی......سنئے

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے

پیشِ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ

کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

ابو ......امی ......کوئی خوش ہے......کوئی ناراض ہے......دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خوش ہیں یا نہیں......کوئی ناراض ہوتا ہے...... ہونے دو......بس ہم وہی کریں گے......جس سے ہمارا خالق راضی اور خوش ہو۔

کوئی مرتا رہا کوئی جیتا رہا عشقِ اپنا کام کرتا ہی رہا

پھر کہنے لگی سنئے......میرے پیارے ابو......امی......

اک تو نہیں میرا تو کوئی شئی نہیں میری

جو تو میرا تو سب میرا فلک میری زمیں میری

اگر اللہ تعالیٰ خوش ہوجائیں اور ہمیں مل جائیں ......تو سب کچھ مل گیا......اگر وہ ناراض ہوئے تو کچھ بھی ہمارا نہیں ہے۔

فائدہ: دیکھئے!......عمر گیارہ سال......لیکن ہمت کتنی بلند......پورے معاشرے کو للکار رہی ہے......ماحول

پر غالب ہے......اور کیا خوب سبق سکھا رہی ہے......ایک کے ہو جاؤ......سب تمھارے ہو جائیں گے......اگر اس ایک کو چھوڑ و گے......سب بیگانے ہو جائیں گے۔

نگاہِ اقرباء بدلی مزاج دوستاں بدلا　　　نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

خواتین......اس بچی کے قصے سے عبرت حاصل کریں......ہمت کر کے شرعی پردہ کا اعلان کریں لیکن؟......ہمت کہاں سے اس بچی کو ملی؟......اس ہمت کا معدن اور مرکز کیا ہے؟......حضرت مولانا محمد احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا شعر ہے۔

تنہا نہ چل سکو گے محبت کی راہ میں　　　میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

اور ہمارے حضرت والا نے اس کا پتہ درج ذیل اشعار میں دیا ہے۔

یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے　　　دعاؤں سے اور ان کی صحبتوں سے

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یارب
تیرے عاشقوں سے سیکھا تیرے سنگِ در پہ مرنا
کسی اہل دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آ گیا ہے جینا اسے آ گیا ہے مرنا

عمر بھر کا تجربہ اختر کا ہے یہ دوستو!　　　گر خدا چاہے تو پہلے عاشقِ ابرار ہو

ہمارے حضرت والا فرماتے ہیں......جو غیر سے منہ موڑے گا......دل پر حسرت اٹھائے گا......اللہ تعالیٰ اس کو اپنی آغوش رحمت میں لے لے گا......حضرت والا کو شعر ہے۔

میرے حسرت زدہ دل پر انھیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

اللہ والوں سے عقیدت اور ان کی اصلاحی مجالس میں شرکت کا اثر یہی ہوتا ہے......جو اس چھوٹی عمر کی بچی پر نظر آ رہا ہے۔

واقعہ نمبر۲: ایک خاتون بے دینی اور گمراہی میں اتنی آگے تھی......کہ بعض مغربی ممالک میں بے پردہ ڈرائیونگ کرتی رہی......اچانک اس کی قسمت جاگ اٹھی......ایک اللہ والے سے عقیدت ہو گئی......میاں بیوی دونوں نے اصلاحی تعلق قائم کیا......مجالس میں شرکت شروع ہوئی......ایک دن وہ بھی آ گیا......باہمت

سے عقیدت کی بدولت ہمت پا گئی...... مکمل شرعی پردہ شروع کر دیا...... پورے خاندان سے صاف کہہ دیا...... ''لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق ''...... مخلوق سے...... خاندان سے...... دوستوں سے...... اہلِ قرابت سے...... اس طرح جڑنا...... جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہو...... ہرگز...... ہرگز...... جائز نہیں۔

اسی کو مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تو نفس کے مقابلہ میں کمزور ہے...... ''یارِ غالب جو کہ تو غالب شوی''...... کوئی باہمت اور نفس کے مقابلہ میں جیتے ہوئے کو تلاش کرو...... تاکہ ان کی معیت اور تعلق سے...... تو بھی نفس کو ہرا سکے......۔

(۲) شوہر کے حقوق کا خیال رکھنا: عورتوں کے لئے اللہ کی ولیّہ بنانے والا دوسرا خاص عمل شوہر کے حقوق کا خیال رکھنا ہے...... اس عمل کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ قرب عظیم عطا ہوگا...... اللہ تعالیٰ نے شوہر کا بڑا حق رکھا ہے...... اس کو عظمت اور بُزرگی دی ہے...... اس کو عورت پر حاکم بنایا ہے...... اس لئے شوہر کو خوش رکھنا بہت بڑی عبادت ہے...... اس کو ناراض کرنا بہت بڑا گُناہ ہے......

حضور ﷺ نے فرمایا ہے...... جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی رہے...... رمضان کے مہینہ کے روزے رکھتی رہے...... اپنی آبرو کو بچاتی رہے (یعنی پاک دامن رہے)...... اپنے شوہر کی تابعداری و فرماں برداری کرتی رہے...... تو اس کو اختیار ہے...... جس دروازے سے چاہے جنت میں چلی جائے (یعنی جنت کے آٹھ دروازوں میں جس دروازے سے اس کا جی چاہے جنت میں داخل ہو جائے)......

حضور ﷺ کا ارشاد...... جس عورت کی موت اس حالت میں آئے...... کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہے...... تو وہ جنتی ہے......

حضور ﷺ نے فرمایا...... اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کے لئے کہتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے (لیکن چونکہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں اس لئے عورت کو بھی جائز نہیں کہ شوہر کو سجدہ کرے)......

حضور ﷺ نے فرمایا...... جب شوہر اسکو اپنے کام کے لئے بلائے...... تو فوراً اس کے پاس آئے...... حتیٰ کے اگر چولھے پر کھانا پکانے میں مصروف ہے...... تو بھی چلی آئے......

حضور ﷺ کا ارشاد ہے...... شوہر کے بلانے پر اس کی بیوی اگر اس کے پاس لیٹنے کے لئے نہ آئی ...... اور وہ اسی طرح غصہ میں لیٹ رہا...... تو تمام فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں......

(اگر کوئی شرعی یا طبعی عذر ہے......تو شوہر کو بتا دے......مثلاً ایام آرہے ہیں...... یہ شرعی عذر ہے...... یا دوسری جسمانی بیماری ہے...... یہ طبعی عذر ہے)......

حضور ﷺ نے فرمایا...... دنیا میں جب کوئی عورت اپنے شوہر کو ستاتی ہے......تو جو حور جنت میں اس کو ملنے والی ہے...... کہتی ہے کہ تیرا ناس ہو......اس کو مت ستا...... یہ تو تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے

یہ بھی روایت ہے......تین طرح کے آدمی ایسے ہیں......جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے......اور نہ کوئی اور نیکی......ان میں سے ایک وہ عورت ہے......جس کا شوہر اس سے ناخوش ہو۔

کسی شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا...... یا رسول اللہ ﷺ سب سے اچھی عورت کون ہے؟......

آپ ﷺ نے فرمایا...... وہ عورت کہ......اس کا شوہر جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے......وہ جب کچھ کہے تو اس کا کہنا مانے......اور اپنی جان و مال میں کچھ اس کے خلاف نہ کرے......

شوہر کا یہ حق ہے کہ......اس کے پاس ہوتے ہوئے بغیر اس کی اجازت کے نفل روزے نہ رکھے ......نہ نفل نماز پڑھے......اور ایک حق یہ ہے کہ......شوہر کے سامنے میلی کچیلی ......صورت بگاڑ کر نہ رہے...... بلکہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے بناؤ سنگھار سے رہا کرے (فاسق، فاجر، بے دین اور کافر عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار ہرگز جائز نہیں......اس سے احتراز لازم ہے) اور شوہر کا ایک حق یہ بھی ہے کہ......اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر کہیں نہ جائے......نہ رشتے داروں کے گھر......نہ غیر کے گھر۔

(۳) ٹخنے کھلے رکھنا یعنی پاجامہ، شلوار وغیرہ سے ٹخنوں کو نہ ڈھانپنا:

مردوں کو ٹخنے ڈھانپنا حرام اور کبیر گناہ ہے اور عورتوں کے لئے کھلا رکھنا حرام ہے......جبکہ آج معاملہ الٹا ہے......مرد ڈھانپتے ہیں اور عورتیں ''ملا پاجامہ'' کے نام سے شلوار سلوا کر ٹخنے کھلے رکھتی ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے: **ما اسفل من الكعبين من الازار فى النار** .

(بخاری ج ٢ ص ٨٦١ باب ما اسفل من الكعبين ففى النار) ......اِزار سے (پاجامہ، لُنگی، شلوار، کُرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ سے) ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جلے گا۔

معلوم ہوا کہ ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **بذل المجهود شرح ابی داؤد** میں لکھا ہے کہ اِزار سے مراد وہ لباس ہے جو اوپر سے آرہا ہے تہبند، لُنگی، شلوار، پاجامہ، کُرتہ وغیرہ

اس سے ٹخنے نہیں چھپانے چاہئے...... جو لباس نیچے سے آئے جیسے موزہ اس سے ٹخنے چھپانا گناہ نہیں...... لہٰذا اگر ٹخنے چھپانے کو جی چاہتا ہے تو موزہ پہن لیں لیکن موزہ پہننے کی حالت میں بھی شلوار، تہبند، پاجامہ، چادر یا کُرتہ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے رکھنا جائز نہیں...... بلکہ اس حالت میں بھی اُوپر کی طرف آنے والے لباس کا ٹخنوں سے اوپر رہنا ہی واجب ہے...... ٹخنے دو حالتوں میں کھلے رہنا ضروری ہیں:

(۱) جس وقت کھڑے ہوں۔ (۲) جس وقت چل رہے ہوں۔

پس اگر بیٹھنے میں یا لیٹے ہوئے ٹخنے ازار سے چھپ جائیں تو کوئی گناہ نہیں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ٹخنے صرف نماز میں کھلے ہونے چاہیئں اس لئے جب مسجد آتے ہیں تو ٹخنے کھول لیتے ہیں...... یہ سخت غلط فہمی ہے...... خوب سمجھ لیں کہ ٹخنے کھولنا صرف نماز ہی میں ضروری نہیں بلکہ جب کھڑے ہوں یا چل رہے ہوں تو ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے...... ورنہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں گے۔

حضرت علامہ خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وھذا فی حق الرجال دون النسآء(بذل المجھود، کتاب اللباس ص ۵۷)

اور یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے...... عورتوں کو ٹخنے چھپانے کا حکم ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: **(انی حمش الساقین)** کہ میری پنڈلیاں سوکھ گئی ہیں (مطلب یہ تھا کہ اس بیماری کی وجہ سے ٹخنے ڈھانپ سکتا ہوں؟) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ٹخنہ چھپانے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا: **ان اللہ لا یحب المسبل** (فتح الباری ج ۱۰ کتاب اللباس ص ۲۶۴) اللہ تعالیٰ (ٹخنہ) چھپانے والے سے محبت نہیں کرتے۔

دوستو! غور کریں کہ ٹخنہ چھپا کر اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم ہو جانا کہاں کی عقلمندی ہے؟

عن عبید بن خالد رضی اللہ عنہ قال بینما انا امشی بالمدینۃ اذا انسان خلفی یقول ارفع ازارک فانہ اتقی و انقی فالتفت فاذا ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انما ھی بردۃ ملحاء قال اوما لک فیّ اسوۃ فنظرت فاذا ازارہ (صلی اللہ علیہ وسلم) الی نصف ساقیہ (صلی اللہ علیہ وسلم)(شمائل ترمذی ص ۸) حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینے منورہ میں چل رہا تھا کہ پیچھے سے کوئی آواز دے رہے ہیں...... **ارفع ازارک** تہبند اوپر کیجئے...... **فانہ اتقی و انقی**...... کیونکہ اس میں تیرے دل اور تقویٰ کی بھی حفاظت ہے اور تیرے کپڑے کی بھی حفاظت ہے...... **فالتفت فاذا ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**

......میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے (جو مجھے نصیحت فرما رہے تھے)...... میں نے عرض کیا ......**انما ھی بردۃ ملحاء**...... یہ کوئی شان والی قیمتی چادر نہیں (اگر پاؤں کے نیچے آنے کی وجہ سے خراب بھی ہو جائے تو کوئی خاص نقصان نہ ہوگا) آپ ﷺ نے فرمایا (کہ چادر کی قیمت کی طرف نظر ہے؟)...... **اوما لک فیّ اسوۃ**...... کیا میرے طرزِ حیات میں تیرے لئے نمونہ نہیں ہے؟ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر آپ ﷺ کی طرف دیکھا......**فاذا ازارہ (ﷺ) الی نصف ساقیہ (ﷺ)**......تو آپ ﷺ کی چادر مبارک آدھی پنڈلیوں تک تھی۔

پس محبت کے لیے صرف زبانی دعوے کافی نہیں ہیں، محبت تو محبوب کی اطاعت پر مجبور کرتی ہے۔

لو کان حبک صادقا لا طعتہ ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی اگر تو محبت میں صادق ہوتا تو محبوب کی اطاعت کرتا کیونکہ عاشق جس سے محبت کرتا ہے اس کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

پس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رُسول ﷺ کی نافرمانی نہ کریں......ان کے ہر حکم کو بجالائیں۔

(۴) نگاہوں کی حفاظت کرنا:

اس مُعاملہ میں آج کل عام غفلت ہے...... بدنظری کو لوگ گُناہ ہی نہیں سمجھتے...... حالانکہ ان کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے: **قل للمومنین یغضو امن ابصارھم** (سورۃ النور)

اے نبی! آپ (ﷺ) ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں......یعنی نامحرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں......اسی طرح بے ڈاڑھی مونچھ والے لڑکون کو نہ دیکھیں......یا اگر ڈاڑھی مونچھ آ بھی گئی ہے......لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے......تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے......غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے......ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے ......اور حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے...... کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا: **یغضضن من ابصارھن** عورتیں بھی اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں...... جب کہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا...... بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا......اور تابع ہونے کی حیثیت سے وہ بھی ان احکام میں شامل ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے: **زنی العین النظر** آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی

(بخاری ج ۲ کتاب الاستیذان باب زنی الجوارح دون الفرج ص ۹۲۳)

نظر باز اور زنا کار...... اللہ تعالیٰ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا...... جب تک کہ توبہ نہ کرلے

حدیث ہے: **لعن اللہ الناظر و المنظور الیہ** (مشکوٰۃ، کتاب النکاح باب النظر الی المخطوبہ) اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے...... بدنظری کرنے والے پر اور جو خود کو بدنظری کے لئے پیش کرے...... پس ناظر اور منظور دونوں پر...... اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی بددعا فرمائی ہے......

بزگوں کی بددُعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء ﷺ کی بددُعا سے ڈریں...... آپ ﷺ کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو ایک لمحہ کو اس پر نہ رکنے دو...... بدنظری کرنے والے کو تین برے القاب ملتے ہیں......

(۱) اللہ و رسول کا نافرمان (۲) آنکھوں کا زنا کار (۳) ملعون

اگر کسی کو ان القاب سے پکارا جائے...... تو کس قدر ناگوار ہوگا؟...... لہٰذا اگر ان القاب سے بچنا ہے تو نگاہوں کی حفاظت ضروری ہے...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب...... لیا نہ دیا...... صرف دیکھ ہی تو لیا...... یہ مولوی لوگ بے کار میں ڈانڈا لے کر ہمیں دوڑاتے ہیں...... ارے مولوی لوگ نہیں دوڑاتے...... اللہ و رسول منع فرماتے ہیں...... مولوی مسئلہ نہیں بناتا...... مسئلہ بتاتا ہے...... جیسا کہ اوپر قرآن و حدیث پیش کی گئی ہے...... کیا یہ مولوی کی بات ہے؟...... میں کہتا ہوں کہ نہ لیا نہ دیا صرف دیکھ لیا...... اگر یہ اتنی معمولی بات ہے تو پھر کیوں دیکھتے ہو!...... معلوم ہوا دیکھ کر ضرور کچھ لیتے ہو...... جب ہی تو دیکھتے ہو اور وہ حرام لذت ہے جو آنکھوں سے دل میں امپورٹ (Import) ہوتی ہے اور جس سے دل کا ستیاناس ہو جاتا ہے

اللہ تعالیٰ سے اتنی دوری کسی گناہ میں نہیں ہوتی...... جتنی اس گناہ سے ہوتی ہے...... دل کا قبلہ ہی بدل جاتا ہے...... دل کا رخ جو ۹۰ ڈگری اللہ تعالیٰ کی طرف تھا بدنظری سے ۱۸۰ ڈگری کا انحراف ہوتا ہے اور گویا اللہ تعالیٰ کی طرف پیٹھ اور اس حسین کی طرف مکمل رخ ہو گیا...... اب اگر نماز پڑھ رہا ہے...... حسین سامنے...... تلاوت کر رہا ہے...... حسین سامنے...... تنہائی میں ہے...... اسی حسین کا دھیان...... بجائے اللہ کے اب ہر وقت اس حسین کی یاد دل میں ہے...... دل کی ایسی تباہی کسی اور گناہ سے نہیں ہوتی...... مثلاً نماز قضا کر دی یا جھوٹ بول دیا یا کسی کو ستایا تو دل کا رخ مثلاً ۴۵ ڈگری اللہ تعالیٰ سے پھر گیا...... پھر توبہ کر لی...... اہل حق سے

معافی مانگ لی اور دل کا رخ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہوگیا...... لیکن بدنظری کا گناہ ایسا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے بالکل غافل ہو جاتا ہے اور وہ حسین دل میں بس جاتا ہے...... بعض لوگوں کا خاتمہ بھی خراب ہوگیا...... اس پر ایک واقعہ بتاتا ہوں جس میں ہم لوگوں کے لئے بہت بڑی عبرت ہے۔

حضرت مولانا لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے آخری خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد حسن صاحب زید مجدہ جو کہ سندھ میں رہتے ہیں...... نے بتایا...... ایک صاحب...... اساتینِ امت اور بزرگانِ دین کی تعلیم وتربیت میں سال ہا سال رہا...... پھر دین کی اشاعت میں سال ہا سال مصروف رہا...... حضرت نے فرمایا...... میں نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا...... لیکن جب اس کا ماحول بدلہ...... سیرت بدلی...... صورت بدلی...... کردار بدلا ...... شرم وحیا ختم...... حضرت نے فرمایا...... ایک دن کیا دیکھ رہا ہوں...... یہی صاحب تشریف لاتے ہیں...... نظر پڑی تو کیا دیکھا؟...... خدو خال اس صاحب کے تھے...... پر چہرے سے ڈاڑھی غائب...... سر پر کیپ ...... شرافت کی ٹوپی غائب...... شلوار اسلامی وضع سے ہٹی ہوئی...... ٹخنو سے نیچے زمین پر گھسٹ رہی...... قریب آئے تو یقین ہوا...... یہ تو وہی صاحب ہیں...... احترام سے بٹھایا...... پوچھا...... کیسے تشریف آوری ہوئی؟ ...... کہنے لگے...... تعویذ چاہیے...... لڑکی پھنسانے کے لئے...... کیا ہوا؟...... بتایا...... ایک اسکول میں ٹیچر اور استاذ لگ گیا ہوں...... وہاں مخلوط تعلیم ہے...... لڑکے لڑکیاں مل کر پڑھتے ہیں...... ایک لڑکی پر دل آیا ہے...... اب اسے پھنسانا ہے مجھے......

دوستو!...... بدنظری، عشقِ مجاز، غیر اللہ پر دل کو فدا کرنا...... کتنے بڑے اور خطرناک گناہ ہیں...... ایسوں کو...... اللہ تعالیٰ نہ عزت دیتے ہیں...... نہ ہی عزت کی علامات...... غور تو کیجئے...... ڈاڑھی عزت اور شرافت کی بڑی علامت ہے...... چھینی گئی...... اسلامی وضع دین داری کی علامت ہے...... چھینا گیا...... اسلامی لباس جو اکرام واعزاز ہے...... ہٹایا گیا...... جن کے نظروں میں معزز تھا...... رسوا کرایا گیا......

حضرت مولانا حسن صاحب زید مجدہم نے فرمایا...... اس صاحب کے گھر والوں نے بتایا...... موت کا وقت ہے...... نزع کی سی حالت ہے...... روح نکلنے کو ہے...... دنیائے فانی سے کوچ کا وقت ہے...... گھر کی خواتین سورۃ یاسین کی تلاوت میں مصروف...... اور ادھر اس کی حالت کیا؟...... وقفہ...... وقفہ...... سے آنکھیں کھولتا اور کہتا...... ''اے میری محبوبہ تو کہاں ہوگی''

فائدہ: دوستو!...... بدنظری کا انجام کیا نکلا؟...... خود فیصلہ کیجئے...... اس واقعہ کو بار بار پڑھئے اور عبرت کا

سامان بنائیے ......واقعی فہیم اور سمجھ دار وہی شخص ہے...... جو ''وعظ بغیرہ'' دوسرے کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔

حضرت لقمان حکیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے دریافت کیا؟ حکمت از کی آموختی؟ حکمت اور دانشمندی کس سے سیکھی؟ فرمایا ''از بے ادبان'' بے ادبوں سے ''چرا'' کس طرح؟ فرمایا ''انکا کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا تھا'' لٰہذا وہ جس طرح کرتے تھے میں ویسے نہ کرتا تھا......اس طرح باادب اور حکیم بن گیا۔

دوستو! بدنظری ......دوسروں کی ماں، بہن، بہو اور بیٹیوں کو دیکھنا......سب جانتے ہیں ...... بے غیرتی اور بے حیائی کا کام ہے......کوئی اس کو کمال، عزت اور قابل فخر کام نہیں سمجھتا......لٰہذا ایسے واقعات سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہئے اور بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

کنز العمال میں حدیث قدسی ہے......اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ان النظر سهم من سهام ابليس مسموم من تركها مخافتي ابدلته ايمانا يجدحلاوته في قلبه. (کنز العمال، ج۵، ص ۳۲۸)

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے، زہر میں بجھا ہوا جس نے میرے خوف سے اس کو ترک کیا اس کے بدلے میں اس کو ایسا ایمان دوں گا جس کی مٹھاس کو وہ اپنے دل میں پالے گا۔

یعنی وہ واجد ہوگا اور حلاوتِ ایمانی اس کے دل میں موجود ہوگی...... یہ تصورات، تخیلات اور وہمیات کی دنیا نہیں ہے......وحی الٰہی ہے...... یہ نہیں فرمایا......تم تصور کرلو کہ ایمان کی مٹھاس دل میں آگئی ...... بلکہ **یجد** فرمایا کہ تم اپنے دل میں اس مٹھاس کو پاؤ گے۔

دوستو! ......عمل کرکے دیکھئے......دل ایسی مٹھاس پائیگا......جس کے آگے ہفت اقلیم کی سلطنت نگاہوں سے گر جائے گی......علامہ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ قشیریہ میں تحریر فرماتے ہیں......نظر کی حفاظت کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی مٹھاس لے لی......لیکن اس کے بدلے میں دل کی غیر فانی مٹھاس عطا فرمادی۔

(مرقاۃ ج ۱، ص ۷۴) پر ہے: **وقد ورد ان حلاوة الايمان اذا دخلت قلبا لا تخرج منه ابدا** ...... حلاوتِ ایمان جس قلب میں داخل ہوتی ہے پھر کبھی نہیں نکلتی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں......**ففيه اشارة الىٰ بشارة حسن**

الخاتمة(مرقاۃ) ......اس میں حُسنِ خاتمہ کی بشارت ہے......کیونکہ جب ایمان دل سے نکلے گا ہی نہیں......تو خاتمہ ایمان ہی پر ہوگا......لہٰذا حفاظتِ نظر حسن خاتمہ کی بھی ضمانت ہے۔

دوستو! آج کل یہ دولت حسنِ خاتمہ بازاروں میں، ائیر پورٹوں پر، اسٹیشنوں پر تقسیم ہو رہی ہے ......ان مقامات پر نگاہوں کو بچاؤ اور دل میں حلاوتِ ایمانی کا ذخیرہ کرلو اور حسنِ خاتمہ کی ضمانت لے لو...... اسی لئے میں کہتا ہوں کہ آج کل اگر کثرتِ بے پردگی وعریانی ہے تو حلوۂ ایمانی کی بھی تو فراوانی ہے......نگاہیں بچاؤ اور حلوۂ ایمانی کھاؤ۔

(۵) قلب کی حفاظت کرنا:

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے......بعض لوگ نگاہِ چشمی کو تو حفاظت کر لیتے ہیں......لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے......یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل حسین شکلوں کا خیال لاکر حرام مزہ لیتے ہیں......خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے......اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور** (الآیہ) اللہ تعالیٰ تمھاری آنکھوں کی چوریوں کو اور تمھارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے......تم دل میں جو حرام مزے اُڑاتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہیں......ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز جانتا ہے سب تو اے بے نیاز

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں......لانا بُرا ہے......اگر گناہ کا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں......لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا......یا...... پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا......یا......آئیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا......یا......حسینوں کا خیال دل میں لانا...... یہ سب حرام ہے......اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے......اور دل میں گندے خیالات پکانے کا ایک عظیم نقصان یہ بھی ہے......کہ اس سے گناہ کے تقاضے اور شدید ہو جاتے ہیں......جس سے اعضاء جسم کے گناہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے......

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں......اور ان حرام کاموں سے بچائیں......جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مصنف کی چند دیگر کتابیں

- پانچ مسائل (متعلق بریلویت)
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ ان کی اپنی تحریرات کے آئینہ میں
- تراویح، فضائل، مسائل، تعداد رکعت
- حیلۂ اسقاط اور دُعا بعد نمازِ جنازہ
- اولاد اور والدین کے حقوق
- قربانی اور عیدین کے ضروری مسائل
- امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے دلچسپ واقعات
- احکام حیض ونفاس واستحاضہ مع حج وعمرہ میں خواتین کے مسائل مخصوصہ
- درس ارشاد الصرف
- طلاق ثلاث
- منفرد اور مقتدی کی نماز اور قرآءۃ کا حکم
- خواتین کا اصلی زیور ستر اور پردہ ہے

ناشر

جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

فون:021-2352200، 021-8440963 موبائل: 0333-2226051